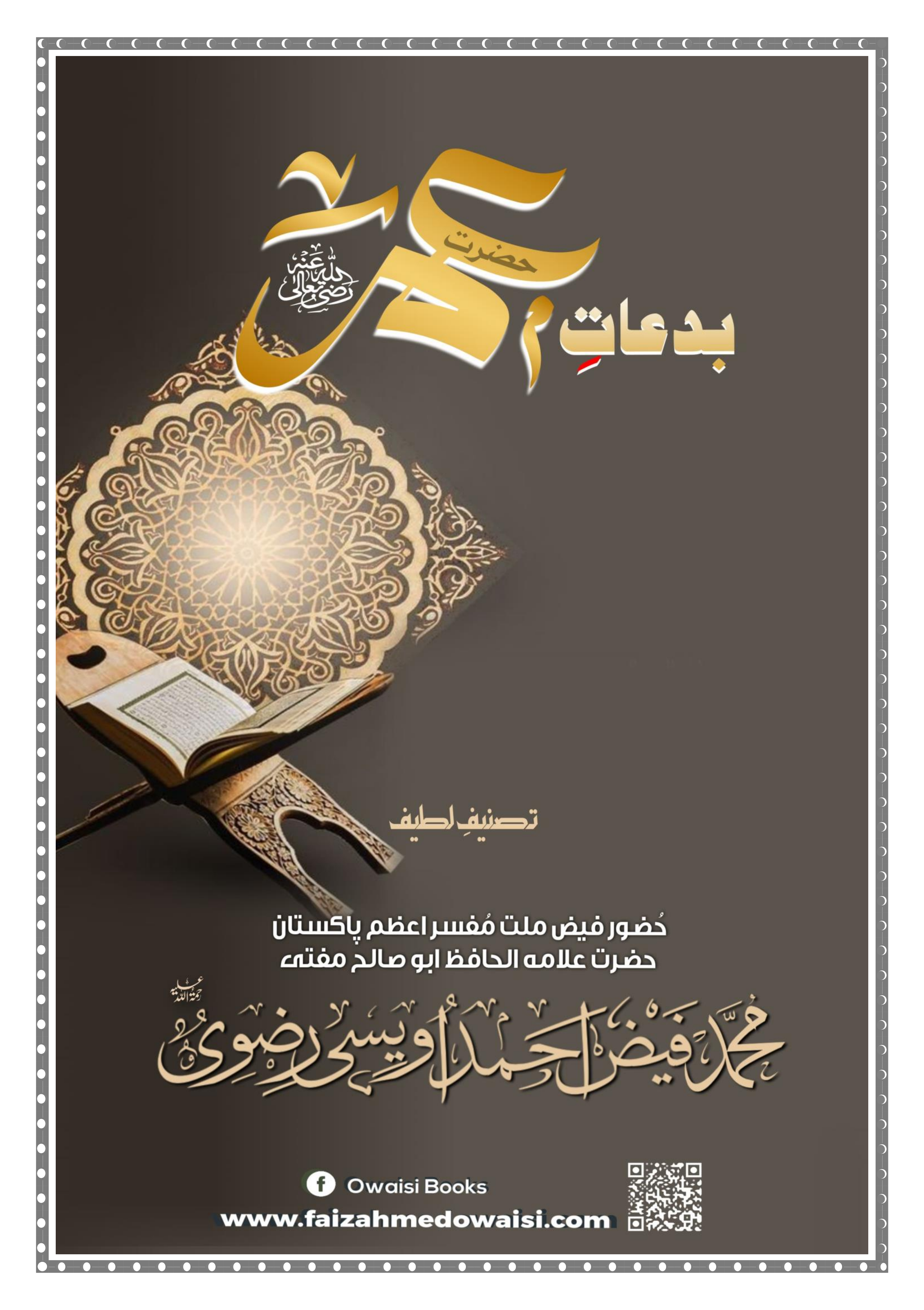

بدعاتِ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
تصنیفِ لطیف
حُضور فیض ملت مُفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی
محمد فیض احمد اویسی رضوی علیہ رحمۃ اللہ
Owaisi Books
www.faizahmedowaisi.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امابعد! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کارنامے اہلسنت کے نزدیک سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں داخل ہیں باالخصوص انہوں نے اپنے اِجْتِہَادْ(کوشش) سے امت مصطفی ﷺ کی خیر خواہی میں جاری فرمائے اور دوسرے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آپ کی تَائِید(مدد) وتَوْثِیق(مضبوطی میں مدد) کی انہیں اسلاف صالحین نے اپنی تصانیف اَوَّلِیَات(ابتدائی بنیادی باتیں) عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تعبیر فرمایا۔ ہمارے دور میں ایک گروہ ایسا ہے جو بطورِ ضابطہ(آئین) عوام میں تَاثُّر دیتا ہے کہ جو کام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں کیا یا اس کا حکم نہیں فرمایا وہ بدعتِ سَیِّئَہ[1] ہے شیعہ گروہ پہلے سے اس تَاکْ(انتظار) میں ہیں کہ اسلامی فرقوں میں کوئی ایسا مل جائے جن کے ذریعے وہ اپنے دل کی بھڑاس(غصہ) نکال سکیں فقیر نے ان دونوں گروہوں کے منصوبے خاک(مٹی) میں ملانے کے لئے یہ رسالہ لکھا ہے اور دونوں گروہوں کے خیالاتِ فاسدہ(برے خیالات) کا قَلْعْ قَمْعْ(توڑ پھوڑ) کیا ہے۔

وما توفیقی الا باللّٰہ العلی العظیم وصلی اللّٰہ علیٰ حبیبہ الکریم الامین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہ

---

[1] (نیا پر اکام قرون ثلاثہ میں نہ ہوا ہو اور خلافِ سنت ہو۔)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

فقیر ابتدا میں ضَخِیْمْ (موٹی) وطَوِیْل مضَامِیْنْ لکھنے کا شوقین تھا لیکن جب عوام کارُ جُحانْ (میلان) اختصار کی طرف دیکھا تو ان وطَوِیْل مضَامِیْنْ کو چھوٹے چھوٹے رسائل میں تقسیم کر دیا۔ العصمة عن البدعة میں ایک بحث چھیڑی گئی کہ اگر بدعت اس کا نام ہے جو کام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں کیا، یا نہیں فرمایا، تو وہ بِدْعَتْ ہے اس پر فقیر نے ایسے جُہلاءْ (جاہل کی جمع) کے سامنے صحابہ کرام بالخصوص خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بِدْعَاتْ گنوائے۔ کہ یہ وہ امور ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں کئے اور نہ ہی آپ کا ان کے متعلق فرمان ہے تو ان کو کیا کہو گے؟ ان جُہلاءْ نے کیا جواب دینا تھا۔ ان کے ہاں تو بس بِدْعَتْ، بِدْعَتْ کی رَٹْ کے سوا اور کوئی شئ نہیں لیکن فقیر کے اس باب کی تفصیل سے عوام کو یہ فائدہ ہو گیا کہ یہ "کل بدعة ضلالة "[2] جیسی روایات ان بِدْعَاتْ کے بارے میں ہیں جو دین کے خلاف یا قرآن وحدیث کے مضامین کی تَائِیْد (مدد) سے مَحْرُوْمْ (ناکام) ہیں ورنہ جو کام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہِ اقدس ﷺ کے بعد شروع کیا گیا اور اس سے دین کو فائدہ ہے تو اسے اگرچہ بدعت کہا بھی جائے تب بھی تراویح کے اجتماع اور قاری کے پیچھے امت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن سنتے دیکھا تو فرمایا" نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ"[3] یہ کیسی اچھی بِدْعَتْ ہے۔ ایسی بِدْعَاتْ کو ہم اہل سنت "بِدْعَتْ حَسَنَہْ" کہتے ہیں۔ یہاں پر صرف وہ بِدْعَاتْ عرض کی جائیں گی جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی سے متعلق ہیں اسی لئے اس رسالہ کا نام "بدعاتِ عمر" رکھا۔

وما توفیقی الا باللّٰہ العلی العظیم وصلی اللّٰہ علیٰ حبیبه الکریم الامین وعلیٰ آله واصحابه اجمعین

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

---

[2] (حلية الأولياء وطبقات الأصفياء. خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ وَمِنْهُمْ .220/5 .دار الكتاب العربي بيروت)

[3] (شعب الإيمان كتاب الصلاة. تحسين الصلاة.549/4 . الحديث: 2999 .مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض. الطبعة: الأولى، 1423 هـ 2003 م)

(جامع الأصول. الكتاب الثاني: في الاعتصام بالكتاب والسنة الباب الأول: في الاستمساك بهما. 278/1. رقم الحديث: 67. دار الكتب العلمية. الطبعة 1389 هـ . 1969 م)

تعارفِ سیدنا عمربن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ: آپ کے کارناموں یعنی اَوَّلِیَات کی بحث سے پہلے آپ کا تعارف ملاحظہ ہو۔

نام ونسب اور خاندان: آپ کا نام نامی اسم گرامی عمر رضی اللہ عنہ کُنْیَتُ ابو حفص اور لقب فاروق اعظم اور امیر المؤمنین ہے۔ آپ کے والد کا نام خَطَّابْ بن نُفَیْل اور والدہ کا نام حَنْتَمَہ بنت ھاشم بن مُغِیرَہ تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب والد کی طرف سے نویں پُشْتُ (سلسلۂ نسب) میں والدہ کی طرف سے چھٹی پُشْتُ (سلسلۂ نسب) میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔[4] تاریخِ اسلام میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خاندان بَنُو عَدِی کے نام سے معروف ہے جو قریش کی ایک شاخ تھی۔

عدی کے بھائی مُرَّہ بن کَعَبْ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اَجْدَادْ (خاندان) میں سے ہیں۔ قریش خانۂ کعبہ کے مُتَوَلّیْ (انتظامات کرنے والے) تھے جس کی وجہ سے انکو مذہبی سِیَادَتْ (سرداری) بھی حاصل تھی اس زمانے میں خانہ کعبہ کا انتظام واِنْصِرَام (بندوبست) دس صیغوں میں تقسیم تھا جن میں سے سفَارَتْ[5] اور ثالثی[6] کا صیغہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خاندان بَنُو عَدِی کے پاس تھا جس کی وجہ سے آپ کا خاندان ایامِ جاہلیت سے ہی دینوی جاہ وجلال (دینی معاملات) میں نہایت ممتاز (جداگانہ) حیثیت کا حامل تھا ددھیال (دادا کا خاندان) و ننھیال (نانا کا خاندان) کی اطراف سے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہایت معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی والدہ حَنْتَمَہ، ھاشم بنت مُغِیرَہ کی بیٹی تھی جو اس مرتبہ کے آدمی تھے کہ جنگ کی صورت میں قریش کی فوج کا اہتمامِ نُصرَام (بندوبست) انہیں کے ذمہ ہوتا تھا۔[7]

ولادت: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت واقعہِ فیل[8] کے تیرا سال بعد اور ہجرتِ مدینہ سے چالیس سال قبل ہوئی اس طرح آپ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تیرہ سال چھوٹے ہیں گویا بعثت کے وقت آپ کی عمر ستائیس برس تھی۔[9]

ابتدائی حالات: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایامِ طُفُولِیَتْ (بچپن کے ایام) کے حالات پردہ اخفا (راز) میں ہیں۔ ان کے سِنّ رُشْدُ (سمجھ بوجھ کی عمر) کے حالات بھی بہت کم معلوم ہیں۔ تاہم تذکروں میں اتنا ضرور ملتا ہے کہ بچپن میں اونٹ چرانے کی خدمت آپ کے سپرد تھی۔ آپ کے والد خطاب نہایت بے رحمی سے پیش آتے تھے۔ آپ پورا پورا دن اونٹ چراتے رہتے۔ جب کبھی تھک کر دم (سانس) لینا چاہتے تو سزا دیتے۔ خلافت کے زمانہ میں ایک دفعہ آپ کا گذر ضبحنان سے ہوا جہاں آپ بچپن میں اونٹ چرایا کرتے تھے تو آپ آبدیدہ (غمگیں) ہوگئے اور فرمایا "اللہ اکبر، ایک وہ زمانہ تھا کہ میں نَمْدَہْ (اون کا لباس) کا کرتہ پہنے اونٹ چرایا کرتا تھا اور تھک کر بیٹھ جاتا تو باپ کے ہاتھ سے مار کھاتا۔ آج یہ دن ہے کہ خدا کے سوا میرے اوپر کوئی اور حاکم نہیں"۔[10] (الفاروق، صفحہ ۵۱)

---

4) (اسد الغابة، الباب فضائله رضي الله عنه ،4/137، الحديث: 5027، دار الكتب العلمية، سنة النشر: 1415ھ 1994م)

5) (کسی ملک کا نمائندہ یا نمائندوں کی جماعت جو صلح یا دوستانہ تعلق کے لئے یک سلطنت کی طرف سے دوسری کے پاس جائے)

6) (دو گروہ کے درمیان صلح یا صفائی کرانے کا عمل)

7) (الفاروق، 38/1 دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

8) (ہاتھی والا واقعہ جسکا ذکر سورہ فیل میں ہے)

9) (الاصابة في تمييز الصحابة، الباب عمر بن الخطاب رضي الله عنه، 484/4، دار الكتب العلمية بيروت: الطبعة: الأولى 1415 ھ)

10) (الفاروق، 41/1 دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

تعلیم وتربیت: جوان ہوئے تو معمولی پڑھنا لکھنا بھی سیکھ لیا تھا۔ مشہور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت صرف سترہ آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ان میں سے ایک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ عرب کے دَسْتُوْر (طریقے) کے مطابق نسب دانی (خاندانی شجرہ کا عالم)، فنون سپہ گری (فوجی ہنر)، شہ سواری (گھڑسواری کا ہنر) اور پہلوانی کی تعلیم بھی حاصل کی تھی۔ آپ کا شمار عرب کے مشہور پہلوانوں میں ہوتا تھا۔ گھوڑسواری میں اتنی مہارت حاصل تھی کہ اچھل کر گھوڑے کی پشت پر اس طرح جم کر بیٹھ جاتے تھے کہ جسم کو مطلقا حرکت نہ ہوتی۔[11]

ابتدائی مشاغل: مذکورہ بالا فنون سے فراغت حاصل کر کے تجارت کو بطور پیشہ اپنایا۔ اس سلسلہ میں دور دراز ملکوں کا سفر کیا۔ ان سفروں کے نتیجہ میں آپ میں خودداری، بلند حوصلگی، تجربہ کاری اور معاملہ فہمی جیسے جوہر پیدا ہوگئے تھے جن کے باعث قریش نے آپ کو بھی آپ کے آباؤ اجداد کی طرح سفَارَتْ[12] کے منصب پر مامور کر دیا تھا۔ لہٰذا جب کبھی قبَائِل (قبیلہ کی جمع) میں لڑائی جھگڑا پیچیدہ (مشکل) صورت اختیار کر جاتا تو آپ ہی سفیر بن کر جاتے اور اپنے غیرِ معمولی تجربہ (کم تجربہ) اور فہم وتدبر (سوچ بچار) سے ان میں فیصلہ کرا دیتے تھے۔

اسلام دشمنی: جس وقت عرب میں آفتابِ نبوت (مجازی معنی مراد ہے) طلوع ہوا یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عنوان شباب (جوانی کی عالم) تھا عَمَائِدِینِ قریش (قریش کے سرداروں) کی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی توحید ورسالت کی آواز بھلی نہ لگی لہٰذا وہ اسلام اور بانیِ اسلام (اسلام کی بنیاد رکھنے والے) کی مخالفت میں پیش پیش تھے۔ بایں ہَمَہ (یہی وجہ ہے) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہنوئی حضرت سعید بن زید اور ہَمْشِیرَہ (بہن) فاطمہ بنت خطاب مشَرَّف باسلام ہو چکے تھے۔ آپ کے خاندان کے ایک معَزّز (عزت والے) شخص حضرت نعیم بن عبداللہ نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی تک اسلام سے نہ صرف بیگانہ تھے بلکہ اسلام قبول کرنا ان کی نظر میں سب سے بڑا جرم تھا۔ جو شخص اسلام قبول کر لیتا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے دشمن بن جاتے تھے اور اس کو ہر ممکن اَذِیَّتْ (تکلیف) کا مستحق گردان (مستحق جانتے) تھے۔ آپ کے خاندان کی ایک کَنِیْز (لونڈی) لبینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسلام قبول کر لیا تو سخت بَرْہَم (پریشان) ہوئے۔ اس کو اس قدر مارتے تھے کہ جب مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے ذرا دم لے لوں پھر ماروں گا۔ ان کے سوا اور جس جس پر زور چلتا زَدو کُوبْ (مار کٹائی) کرنے سے دَرِیْغ (افسوس) نہ کرتے تھے۔ لیکن اسلام کا نشہ ایسا تھا کہ جن کو چڑھ جاتا اترتا نہ تھا۔ تمام تر کوشش کے باوجود آپ کسی مسلمان کو بھی اسلام سے برگشتہ نہ کر سکے۔[13]

قبول اسلام: تاریخ وسیر کی کتب میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبول اسلام کی تفصیلات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ تاہم ایک مشہور واقعہ جس کو اربابِ سیَر (سیرت کے جاننے والوں) نے وضاحت سے نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی انتہائی سختیوں کے باوجود بھی کسی ایک مسلمان کو اسلام سے بَرْگَشْتَہ (مخالف) نہ کر سکے تو مجبور ہو کر (نعوذ باللہ) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادہ سے کاشانۂ نبوت کی طرف چل دیئے اتفاقاً راستہ میں حضرت نعیم بن عبداللہ سے ملاقات ہوگئی۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تیور دیکھ کر پوچھا "خیر تو ہے کدھر کا قصد ہے" جواب

---

[11] (تاریخ الاسلام، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، 294/2، ناشر خلیل، مطبع جوہر رحمانیہ پرینٹرز لاہور، سن اشاعت 2004ء)

[12] (کسی ملک کا نمائندہ یا نمائندوں کی جماعت جو صلح یا دوستانہ تعلق کے لئے یک سلطنت کی طرف سے دوسری کے پاس جائے)

[13] (الفاروق، 45/1 دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

دیا" محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا قصہ تمام کرنے جارہاہوں۔ حضرت نعیم بن عبد اللہ نے کہا" پہلے اپنے گھر کی خبر تو لو، خود تمہاری بہن اور بہنوئی اسلام قبول کر چکے ہیں" یہ سن کر فوراً بہن کے گھر کا راستہ لیا۔ وہ اس وقت قرآن حکیم کی تلاوت کر رہی تھیں۔ انہوں نے آہٹ (ہلکی سی آواز) پاکر تلاوت کرنا بند کر دی لیکن آواز چونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کانوں میں پڑ چکی تھی اس لئے بہن سے اِستِفسار (دریافت) کیا کہ "یہ کیسی آواز تھی۔" آپ کی بہن خاموش رہیں تو چلا کر بولے مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تم دونوں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور اپنے بہنوئی کو زَدوکُوب (مار کٹائی) کرنا شروع کر دیا۔ جب آپ کی بہن حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے خاوند کو بچانے کی کوشش کی تو انکو بھی لہولہان (خون خون) کر دیا۔ بہن بھی تو آخر عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تھی۔ جرأت اور بے باکی (بغیر خوف) سے کہنے لگی:

"عمر! جو بَن آئے کرو، لیکن اسلام اب دل سے نکلنے والا نہیں۔" بہن کا یہ بے باکانہ (دلیری والا) جواب سنا اور اس کو خون میں لَت پَت (آلودہ) دیکھا تو دل پَسیج (دل نرم ہو) گیا۔ رِقّت طاری (آنکھیں نم) ہو گئی۔ فرمایا "تم لوگ جو صَحِیْفَہ (قرآن) پڑھ رہے تھے مجھے بھی دو۔" آپ کی بہن فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت الخطاب نے فرمایا عمر! تم ناپاک اور مشرک ہو اور یہ ایسی کتاب ہے جس کے بارے میں ارشاد ربانی ہے: لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ [14]

ترجمہ: اسے طہارت کے بغیر مت چھوئیں۔

اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غسل کیا اور سورۃ طٰہٰ کی ابتدا سے تلاوت شروع کر دی جب آیت کریمہ:

وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى [15]

ترجمہ: اور اگر تو بلند آواز سے بات کرے (تو تیری مرضی) مگر وہ (اللہ تعالیٰ) تو بلاشُبہ (شک کے بغیر) رازوں کو اور (نہاں خانہ) [16] دل کے بھیدوں (راز) کو بھی جانتا ہے۔ اللہ (وہ ہے) کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اسی کے سب خوبصورت نام۔

پر پہنچے تو گِریَہ طاری (آنسو آنسو) ہو گیا۔ بے اختیار پکار اٹھے "یہ کتنا پیارا کلام ہے اور وہ رب تعالیٰ جسکی یہ صفت ہے کہ سِرّ واَخفٰی (چھپی ہوئی باتوں) کو جانتا ہے۔ مستحق ہے کہ اسی کی عبادت کی جائے اور اس کے سوا کسی کو نہ پوجا جائے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں"۔ [17]

ہدایت کا وقت آ چکا تھا۔ اسی وقت دارِ اَرقم [18] میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ چونکہ گردن میں شمشیر (تلوار) حَمائل (لٹکائے) ہوئے تھے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خوف زدہ ہو گئے مگر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "دروازہ کھول دو

---

[14]) الواقعہ: 79

[15]) طٰہٰ: 7و8

[16]) نظروں سے اوجھل جگہ، پوشیدہ یا خفیہ مقام

[17]) (مدارج النبوت، 49/2، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)   (الفاروق، 45/1 دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

[18]) (ارقم بن ارقم کا گھر جسکو آپ ﷺ نے مسائل کی سنوائی کی جگہ قرار دیا)

"حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں بازو پکڑ کر فرمایا"اے عمر! اگر خیریت کے ساتھ آئے ہو تو میں تم سے اپنا ہاتھ کھینچ لوں اور اگر جنگ کے ارادہ سے آئے ہو تو میں تمہیں ہلاک کر دوں۔"جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مالک کون ومکان حضور اکرم ﷺ کا یہ کلام سنا تو ان کا جوڑ جوڑ لرزنے اور کانپنے لگا انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اپنا سر تسلیم خم (سر کو جھکا دیا) کر دیا اور بے اختیار پڑھا **اشھد ان لا الہ الااللّٰہ وانک رسول اللّٰہ** حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خوش ہو کر تکبیر فرمائی اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی خوشی ومَسَرَّت کے ساتھ نعرہ تکبیر بلند کیا۔ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مُشَرَّف باسلام (اسلام قبول کرنا) ہوئے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے آقائے نامدار فخر موجودات ہادیِ کل، خَتمُ الرُّسُل، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں مبارک باد پیش کرتے ہیں اور ومَسَرَّت وخوشی کا اظہار کرتے ہیں۔[19]

ایک اور روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں کہ ہدایت کا وقت آچکا تھا۔ آدھی رات کے وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں نماز میں قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے۔ رات کا سناٹا تھا۔ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑا قرآن پاک سن رہا تھا۔ قرآن پاک کی فصاحت وبلاغت اور معانی نے میرے تمام جسم پر لرزہ طاری (کپکپاہٹ) کر دیا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو میں چپکے چپکے آپ کے پیچھے چل پڑا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "عمر! کیا ارادہ ہے؟" میں نے عرض کی حضور! میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اسی وقت کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور خیر وبرکت کی دعا دی۔[20]

(رسالہ خلافت راشدہ صفحہ ۲۰۵)

ترمذی کی ایک روایت کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام قبول کرنے کی بڑی آرزو تھی اور آپ ﷺ ان کے قبول اسلام کے لئے بارگاہ رب العزت میں دعا فرمایا کرتے تھے۔

اللَّهُمَّ أَعِزَّ الإِسْلَامَ بِأَحَبِّ هَذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ بِأَبِي جَهْلٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ» قَالَ: وَكَانَ أَحَبَّهُمَا إِلَيْهِ عُمَرُ[21]

یعنی اے اللہ اسلام کو ابو جہل اور عمر بن خطاب دونوں میں سے جو پیارا ہو، کے ذریعے طاقتور بنا، اور ان دونوں میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیارے لگے۔ (تاریخ اسلام از شاہ معین الدین جلد اول دوم صفحہ ۱۵۸، ترمذی اردو جلد دوم صفحہ ۶۶۲ مطبوعہ نعمانی کتب خانہ)

قبول اسلام کے بعد: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے قبل کم وبیش ۳۹ مرد اور ۲۳ عورتیں مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ بعض کے نزدیک آپ نے ۴۰ مرد اور ۱۱ عورتوں کے بعد اسلام قبول کیا۔ بقول دیگر ۴۵ مردوں اور ۱۱ عورتوں کے بعد اسلام میں داخل ہوئے۔[22]

(اکبر شاہ نجیب آبادی تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۳۱۰)

---

[19] (مدارج النبوت، 50/2، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور) (الفاروق، 45/1 دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

[20] (تاريخ الخلفاء، الباب الخليفة الثاني: عمر بن الخطاب رضي الله عنه، 93/1، مكتبة نزار مصطفى الباز: الطبعة: الطبعة الأولى: 1425هـ2004م)

[21] (سنن الترمذي، أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ، بَابٌ فِي مَنَاقِبِ أَبِي حَفْصٍ، 317/5، الحديث 3681، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الثالثة، 1405 هـ / 1985 م)

[22] (سير أعلام النبلاء، اسلام عمر رضي الله عنه، 145/1، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى، الطبعة: الثانية، 1395 هـ 1975 م)

چندروز پہلے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہوچکے تھے۔ان کے مسلمان ہونے سے مسلمانوں کو تھوڑی بہت ڈھارس (تسلی) ہوگئی تھی مگر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ دامن مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مُنْسَلِکْ ہوئے تو دفعتاً حالت بدل گئی اور کفر کی یہ بجلی جب اسلام کی تلوار بن گئی تو مکہ کے کمزور مسلمانوں کو بڑی طاقت حاصل ہوئی۔اب تک مسلمان چھپ کر اپنے دینی فرائض ادا کرتے تھے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے کافروں کو جمع کر کے اپنے مشرف باسلام ہونے کا اعلان فرمایا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کی دو صفوں کو لیکر جن میں سے ایک کے لیڈر (leader) حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری کے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ میں تشریف لائے اور باجماعت نماز ادا فرمائی۔[23] (شاہ معین الدین تاریخ اسلام جلد دوم صفحہ ۱۵۹،تاریخ ملت جلد اول صفحہ ۲۰۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس جرأت پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو فاروق کے لقب سے سَرْفَرَازْ (سربلند) فرمایا۔

اسلام کی برکت سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مؤرُوثِیْ (خاندانی) صفات جو اسلام اور ہادی اسلام کے پیروکاروں کو مٹانے یا انہیں اَذِیَّتْ (تکلیف) پہنچانے کے کام آتی تھی اب وہی صفاتِ حَسَنَہْ (اچھی صفات) بن کر ہمیشہ کے لئے دشمنانِ اسلام کے خلاف حرکت میں آگئیں۔اب مسلمان کفار مکہ کے سامنے اور ان کی موجودگی میں خانہ کعبہ میں نماز پڑھ سکتے تھے اور اپنے دینِ اسلام کا اظہار کر سکتے تھے۔

اسی بناء پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اور درست فرمایا: **ما زلنا أعزة منذ أسلم عمر** (رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ) جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا ہم بالادست (غالب) ہوگئے۔[24] (تاریخ ملت جلد اول صفحہ ۲۰۹)

فضائل ومناقب: آپ سابقینِ مُبَشَّرَہْ (پہلے جنت کی خوش خبری پانے والوں) میں سے ہیں۔آپ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سُسَرْ ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔آپ کا شمار مُحَدِّثِیْن، علماء اور زُہَّادْ (عبادت گزار) صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔۵۳۹ احادیث کے راوی ہیں جن کو حضرات عثمان، علی المرتضیٰ، طلحہ، سعد، ابن مسعود، ابوذر، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن زبیر، انس، ابوہریرہ، عمرو بن عاص، ابوموسیٰ اشعری، براء بن عازب، ابوسعید خدری (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اور دیگر صاحبِ علم وفضل صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے روایت کیا ہے۔جس روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے اس روز مشرکین نے کہا کہ آج مسلمانوں نے ہم سے بدلہ لے لیا ہے۔اسی روز یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

ترجمہ: اے نبی مکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ کے لئے اللہ کافی ہے اور آپ کے مؤمنوں میں سے فرمانبردار ہیں۔[25]

(اکبر شاہ خان۔ تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۲۱۱)

---

[23] (تاریخ اسلام شاہ معین الدین، 33/1، مکتبہ اسلامیہ، اشاعت 2013م)

[24] (صحيح البخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب إسلام عمر بن الخطاب رضي الله عنه، 48/5، الحديث: 3863، دار طوق النجاة: الطبعة: الأولى، 1422هـ)

[25] (تاریخ الاسلام، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، 293/2، مطبع جوہر رحمانیہ، سن اشاعت 2004ء)

شوکت اسلام: جس روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اس روز سے اسلام عزت ہی پاتا گیا۔[26]

(بخاری شریف جلد دوم کتاب المناقب صفحہ ۴۵۱ مطبوعہ فرید بک سٹال)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے اسلام بمنزلہ ایک اقبال مَنْدْ آدمی (کامیاب آدمی) کے ہو گیا تھا ۔ہر قدم پر ترقی کرتا تھا اور جب سے آپ نے شہادت پائی ہے اسلام کے اقبال (کامیابی) میں کمی آ گئی ہے کہ ہر قدم پیچھے ہی پڑتا ہے۔[27]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کوئی ایسی بات نہیں سنی جس کے متعلق آپ نے فرمایا ہو اور وہ آپ کے خیال کے مطابق نہ نکلی ہو۔[28] (بخاری شریف جلد دوم کتاب المناقب صفحہ ۴۵۱ مطبوعہ فرید بک سٹال)

ابن سعد رضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے اس وقت سے اسلام کا ظہور ہوا۔ ہر شخص نے خفیہ ہجرت کی لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو مسلح (اسلحہ لگایا ہوا) ہو کر خانہ کعبہ میں تشریف لائے، طواف کیا، مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا کی پھر سردارانِ قریش کے حلقہ (گروہ) میں تشریف لے گئے اور ایک ایک کو مُخاطِب کر کے فرمایا "تمہارے منہ کالے ہوں، جو شخص اپنی بیوی کو بیوہ بنانا چاہتا ہے یا اپنی ماں کو بیٹے سے محرُوم کرنا چاہتا ہے تو مقابلے پر آئے۔ مگر کسی کو آپ کو روکنے کی جُرّأت نہ ہوئی۔[29]

ہر جنگ میں شرکت: امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر ایک جنگ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور جنگ احد میں ثابت قدم رہے۔[30]

فضائلِ حضرت عمر رضی اللّٰہ عنہ

(۱) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "میں نے خواب کی حالت میں جنت میں ایک عورت کو ایک قَصْر (محل) کے پہلو میں وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ قَصْر (محل) کس کا ہے، معلوم ہوا کہ عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔" پھر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "مجھ کو تمہاری غیرت یاد آ گئی اور میں وہیں سے لوٹ آیا۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر رو پڑے اور عرض کی کہ "میں اور آپ سے غیرت کروں"۔[31]

---

26) (صحيح البخاري, كتاب مناقب الأنصار, باب إسلام عمر بن الخطاب رضي الله عنه, 48/5, الحديث: 3863, دار طوق النجاة: الطبعة: الأولى, 1422ھ)

27) (تاریخ الاسلام, حضرت عمر رضی اللہ عنہ, 294/2, مطبع جوہر رحمانیہ, سن اشاعت 2004ء)

28) (الفاروق, 382/1, دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

29) (تاریخ الاسلام, حضرت عمر رضی اللہ عنہ, 294/2, ناشر خلیل, مطبع جوہر رحمانیہ پرینٹرز لاہور, سن اشاعت 2004ء)

30) (تاریخ الاسلام, حضرت عمر رضی اللہ عنہ, 294/2, ناشر خلیل, مطبع جوہر رحمانیہ پرینٹرز لاہور, سن اشاعت 2004ء)

31) (صحيح البخاري, كتاب بدء الخلق, باب ما جاء في صفة الجنة وأنها مخلوقة, 117/4, الحديث: 3242, دار طوق النجاة: الطبعة: الأولى, 1422ھ)

(۲) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ "میں نے خواب میں دودھ پیا اور اس کی تازگی میرے ناخنوں تک پہنچ گئی پھر میں نے وہ دودھ عمر (رضی اللہ عنہ) کو دیدیا۔"

لوگوں نے اس خواب کی تعبیر پوچھی تو آپ نے فرمایا دودھ سے مراد علم ہے۔[32]

(۳) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگوں کو میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور وہ قمیص پہنے ہوئے ہیں۔ بعض کے قمیص سینے تک ہیں بعض کے اس سے زیادہ مگر عمر رضی اللہ عنہ کا قمیص زمین میں گھسٹتا جاتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ قمیص سے کیا مراد ہے۔ آپ نے فرمایا: "دین"۔[33]

(۴) ایک مرتبہ سرورِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ "واللہ جس راستے سے تم جاؤگے اس راستے پر شیطان کبھی نہ چلنے پائے گا بلکہ وہ دوسرا راستہ پکڑ لے گا"۔[34]

(۵) ایک مرتبہ حضور رحمتِ عالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد اگر کوئی نبی ہونے والا ہوتا تو وہ عمر (رضی اللہ عنہ) ہوتا۔[35] ایک مرتبہ ہادیِ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "عمر فاروق رضی اللہ عنہ چراغِ اہلِ جنت (جنت والوں کے چراغ) ہیں۔"[36] ایک مرتبہ خواجۂ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمہارے درمیان ہیں فُضُوْلُ (بے فائدہ شئے) کا دروازہ بند رہے گا[37] آقائے نامدار صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ آسمان کا ہر فرشتہ عمر رضی اللہ عنہ کی تَوْقِیْر (عزت) کرتا ہے اور زمین کا ہر شیطان ان سے ڈرتا ہے۔[38]

(۶) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جتنے نبی مبعوث ہوئے ہیں ان کی امت میں ایک مُحَدَّثْ ضرور ہوا ہے اگر میری امت میں بھی کوئی مُحَدَّثْ ہو سکتا ہے تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔" لوگوں نے پوچھا کہ مُحَدَّثْ کسے کہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جس کی زبان سے ملائکہ باتیں کریں۔"[39]

---

(32) (فضائل الصحابة. فَضَائِلُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. 275/1. الحديث: 363. مؤسسة الرسالة بيروت)

(33) (فضائل الصحابة. فَضَائِلُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. 275/1. الحديث: 363. مؤسسة الرسالة بيروت)

34) (صحيح البخاری. كتاب المناقب. باب مناقب عمر بن الخطاب. 11/5. الحديث: 3683. دار طوق النجاة. الطبعة: الأولى. 1422هـ)

35) (سنن الترمذی. ابواب المناقب. الباب بَابٌ فِي مَنَاقِبِ أَبِي حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. 619/5. الحديث: 3686. شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي مصر: الطبعة: الثانية. 1395هـ 1975م)

(36) (فضائل الصحابة. وَمِنْ فَضَائِلِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ مِنْ حَدِيثِ أَبِي بَكْرٍ. 428/1. الحديث: 677. مؤسسة الرسالة بيروت)

37) (تاریخ الاسلام. حضرت عمر رضی اللہ عنہ. 295/2. ناشر خلیل. مطبع جوہر رحمانیہ پرینٹرز لاہور. سن اشاعت 2004ء)

38) (الصواعق المحرقه. الباب: الفصل الرابع في فضائله. جلد 1. ص 279 الى 280. مؤسسة الرسالة – لبنان. الطبعة: الأولى. 1417هـ 1997م)

39) (الغرر في فضائل عمر للسيوطي. الحديث السادس والثلاثون. ص3. مكتبة مشكاة الإسلامية)

حضرت عمر صحابہ کرام کی نظر میں: اَفضَلُ الْبَشَر بعد از انبیاء(انبیاء کے بعد سب سے افضل) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ کو روئے زمین پر کوئی شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ عزیز نہیں ہے۔[40]

حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سب سے زیادہ ذہین پایا۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر دنیا بھر کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم دوسرے پلڑے میں رکھ کر تولا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری رہے گا۔[41]

حضرت حذیفہ ر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ دنیا بھر کا علم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گود میں پڑا ہوا ہے۔ نیز فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوائے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس نے جرأت کے ساتھ راہِ خدا میں مَلَامَتْ(ڈانٹ) سنی ہو۔[42]

حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کپڑا اوڑھے دیکھ کر فرمایا کہ اس کپڑا اوڑھے شخص سے زیادہ مجھے کوئی عزیز نہیں ہے۔ حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ سے کسی نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارادہ کی پُختگی، ہوش مندی(عقل مند)اور دِلیری(بہادر) سے پُر(بھرپور) ہیں۔[43]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ان چار باتوں سے معلوم ہوتی ہے۔

اول: اسیرانِ جنگ بدر(جنگِ بدر کے قیدیوں) کے قتل کا حکم اور آیت **لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ** کا نزول۔

دوم: آپ نے اُمہاتُ الْمُؤمِنِیْن کو پردہ کرنے کے لئے کہا اور آیتِ پردہ کا نزول جس پر محبوبِ کبریا حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ وحی تو ہمارے گھر میں آتی ہے اور تم کو پہلے ہی اِلْقَاء[44] ہو جاتا ہے۔

سوم: رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دعا کرنا کہ اے اللہ عمر رضی اللہ عنہ کو مسلمان بنا کر اسلام کی مدد فرما۔

چھارم: آپ کا سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بَیْعَتْ[45] کر لینا۔[46]

---

40) (تاریخ الاسلام، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، 295/2، ناشر خلیل، مطبع جوہر رحمانیہ پرینٹرز لاہور، سن اشاعت 2004ء)

41) (تاریخ الاسلام، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، 295/2، ناشر خلیل، مطبع جوہر رحمانیہ پرینٹرز لاہور، سن اشاعت 2004ء)

42) (تاریخ الاسلام، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، 295/2، ناشر خلیل، مطبع جوہر رحمانیہ پرینٹرز لاہور، سن اشاعت 2004ء)

43) (تاریخ الاسلام، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، 295/2، رحمانیہ پرینٹرز لاہور، سن اشاعت 2004ء)

44) خداے تعالیٰ کی طرف سے خود بخود انسان پر کسی بات کا انکشاف ہونا

45) دینی و دنیاوی امور میں شریعت کی پیروی کرنے کے لئے کسی کو رہبر و رہنما ماننا

46) (مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب عمر بن الخطاب اَلْفَصْلُ الثَّالِث، 1706/3، الحديث: 6052، المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اکثر اس بات کا ذکر کیا کرتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خِلافَتْ میں شیطان قید میں رہے اور آپ کے وِصَالْ کے بعد آزاد ہو گئے حضرت ابو اسامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کون تھے؟ وہ اسلام کے لئے بمنزلہ ماں اور باپ کے تھے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں اس شخص سے بیزار ہوں جو ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھلائی سے یاد نہ کرے۔[47]

(تاریخ اسلام از اکبر شاہ جلد اول صفحہ ۳۱۰ - ۱۲بخاری شریف سنن ابن ماجه ،مسلم ،سنن ،نسائی ،ترمذی کے ابواب فضائل ومناقب)

علم وفضل: حضرت عمر رضی اللہ عنہ ذاتی حیثیت سے نہایت ذہین ،طَبَّاعْ (ہنر مند)، بالغِ نظر (گہری نگاہ یا تجربہ کار) مُدَبِّرْ (غور و فکر کرنے والے) اور صاحبُ الرائے (مشورہ دینے والے) تھے۔ جاہلی اور اسلامی، دونوں علوم پر آپکو یکساں (برابر) کمال حاصل تھا۔ فَصَاحَتْ، بَلاغَتْ، اِنْشَاء و خِطَابَتْ، شاعری و نَسَّابِی، سپہ گری اور بہادری وغیرہ تمام اوصاف و کمالات جو عرب میں لازمِ شرافت سمجھے جاتے تھے آپ کو وافر (بھرپور) حصہ ملا تھا آپ کے فَرَامِیْنْ خُطُوطْ (خط کی جمع)، تَوْقِیْعَاتْ[48] اور خطبے اب تک کتابوں میں محفوظ ہیں۔ ان سے آپ کی قوت تحریر اور برجستگی کلام اور زور تحریر کا اندازہ ہوتا ہے۔ بیعت خلافت کے بعد جو خطبہ ارشاد فرمایا اس کے چند فقرے یہ ہیں۔

"اے خدا میں سخت ہوں تو مجھ کو نرم کر، میں کمزور ہوں، مجھ کو قوت دے، عرب والے سرکش اونٹ ہیں جن کی مہار میرے ہاتھ میں دی گئی ہے لیکن میں ان کو راستہ پر چلا کر چھوڑوں گا۔"[49] (سیر الصحابه ،جلد اول)

شاعری کا نہایت بلند اور پاکیزہ مذاق رکھتے تھے۔ ابن رشیق کا بیان ہے کہ

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں شعر کے سب سے بڑے ناقد اور ادا شناس تھے۔" مشہور ادیب جاحظ لکھتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عہد کے سخن سنج تھے۔[50] آپ نے عرب شاعری کی بڑی اصلاح کی۔ آپ نے عربی شعراء کو عورتوں کا نام لیکر عشق و محبت کی داستانیں بیان کرنے اور لوگوں کی ہجو کرنے سے منع فرمایا فصاحت و بلاغت کا یہ حال تھا کہ آپ کے بہت سے مقولے ضرب المثل بن گئے جو آج بھی عربی ادب کی جان ہیں۔ علم الانساب میں بھی یدِطولیٰ حاصل تھا۔ یہ علم کئی پشتوں سے آپ کے خاندان میں چلا آتا تھا۔[51]

---

47) (تاریخ الاسلام ، حضرت عمر رضی الله عنه ، 295/2 ، مطبع جوہر رحمانیه پرینٹرز لاہور ، سن اشاعت 2004ء)

48) (عموماً بادشاہ یا حاکم وقت کے) دستخط، مہر یا نشان جو احکام اسناد اور فرامین پر ہو

49) (الفاروق، 370/1، دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

50) (الفاروق، مذاق شاعری، 374/1، دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

51) (الفاروق، جلد 1 378 الی 379، دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذہانت، طِبَّاعی(ہنر مند)اور اِصَابتِ رائے (درست مشورے) کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ آپ کی بہت سی آرَاء(مشورے) مذہبی احکام بن گئیں۔ اذان کا طریقہ آپ ہی کی تجویز سے قائم ہوا۔ اَسِیْرَانِ بدر(بدر کے قیدیوں) کے متعلق آپ کی رائے کو وحی الٰہی کی تائِیْدْ(مدد) حاصل ہوئی، شراب کی حُرْمَتْ، ازواجِ مُطَھَّرَاتْ کے پردہ اور مقامِ ابراہیم کو مُصَلّٰی بنانے میں قرآن حکیم نے آپ کی رائے کی تَاکِیْدْ(تقاضا) کی۔[52]

اگرچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا شمار کَثِیْرُالرِّوَایَۃ(کثرت سے روایت کرنے والے) صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں نہیں ہے اور آپ سے مَرْفُوْع رِوَایَاتْ[53] کی تعداد ستر ہ سے زیادہ نہیں تاہم اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ آپ صرف اسی قدر احادیث سے واقف تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے اپنے دورِ خلافت میں جس قدر احکام صَادِرْ فرمائے وہ سب اَحَادِیْثْ سے ہی مَاخُوْذْ(نکالے گئے) ہیں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حدیث کے علم میں آپ کا پایہ(رتبہ) نہایت بلند تھا اور اس ضِمْنْ میں آپ کسی بڑے سے بڑے مُحَدِّثْ صحابی سے کم نہ تھے تاہم آپ نے کلامِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیرونی آمیزِشْ(باہر کی ملاوٹ) سے پاک رکھنے کا شِدَّتْ سے اہتمام کیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کسی قول کو مَنْسُوْبْ کرنے میں حد درجہ(نہایت) احتیاط سے کام لیا۔

مؤرِّخِیْن کے مطابق جب تک آپ کو حدیث کے ہر لفظ پر یقین نہ ہو جاتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی طرح بیان فرمایا ہے اس وقت تک قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قَطْعِیْ(یقینی) طور پر زبان سے نہیں نکالتے تھے۔ یہی سبب تھا کہ آپ خود بھی بہت کم احادیث روایت کرتے تھے اور دوسروں کو بھی کثرتِ روایت سے روکتے تھے۔[54]

علامہ ذہبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں "حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس ڈر سے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آنحضرت اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرنے میں غلطی نہ کریں، ان کو حکم دیتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم روایت کریں۔"[55]

علمِ فقہ: فقہ میں آپ کا مقام اتنا بلند تھا کہ اس سلسلہ کو آپ ہی کا سَاخْتَہ پَرْدَاخْتَہ(تیار کیا ہوا) کہا جائے تو بیجا(بے فائدہ) نہ ہو گا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو اَسَاطِیْنِ فِقْہ(ستون،(مجازاً) بڑے اور معتمد لوگ) میں سے ہیں آپ ہی کے تربیت یافتہ(اچھی تربیت پایا ہوا) تھے۔ آپ کے زمانہ میں ہزاروں نئے مسائل پیش آئے جنہیں آپ نے اپنی قوتِ اجتہاد سے حل کیا آپ کے فقہی مسائل کی تعداد کئی ہزار ہے۔ آپ نے اصولِ فقہ کا فن ایجاد کر کے صرف جُزْئِیَاتْ کی تَدْوِیْنْ(تالیف) ہی نہیں کی بلکہ آپ تفریع واستنباط مسائل[56] کے اُصُوْل وضَوَابِطْ(قوانین) بنا کر آئندہ آنے والوں کے لئے اجتہادِ فکر(مسائل کے استخراج) کی ایک وسیع شاہراہ(کشادہ راستہ) بھی قائم کر گئے۔ مؤرِّخِیْن کے مطابق مُخْتَلَفْ فِیْہِ مسَائِلْ[57] کے طے کرنے کے لئے اجماعِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جس کثرت سے عہدِ فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہوا پھر نہیں ہوا۔

---

[52] (الفاروق، 383/1 دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

[53] ایسی حدیث کو کہا جاتا ہے جس میں کسی قول، عمل، صفت یا تقریر(یعنی خاموش رہ کر اجازت دینے) کی نسبت پیغمبر حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے کی گئی ہو

[54] (الفاروق، جلد 1، 335 الی 337، دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

[55] (تذكرة الحفاظ، الطبقة الاولى من الكتاب، 11/1، دار الكتب العلمية بيروت لبنان، الطبعة: الأولى، 1419ھ 1998م)

[56] (مسائل نکالنے اور اسکے جزئیات بیان کرنے)

[57] (وہ مسائل جن میں اختلاف ہے علماء کے)

اخلاق وعادات: پیغمبرِ آخرُالزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بِعثَت کا حقیقی مقصد دنیا کو بر گزیدہ (مقبول) اور پسندیدہ اخلاق کی تعلیم دینا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو چونکہ براہِ راست اس سر چشمہِ اخلاق (سراپا اخلاق کے پیکر) سے سیر اب ہونے کا موقع ملا اس لئے اس مقدس جماعت کا ہر فرد اسلامی اخلاق کا مُجَسَّمُ (مکمل ذات) نمونہ تھا۔ یہی حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تھا بلکہ بارگاہِ نبوت میں تَقَرُّبِ خاص (خاص قربت) کی بنا پر آپ کو اس ضمن میں کچھ زیادہ ہی حصہ ملا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے آئینہِ اخلاق میں خلوص، انقطاع الی اللّٰہ، لذائِذِ دنیا (دنیا کی لذتوں) سے اِجتِنَاب (بچنا)، حفظِ لسان (زبان کی حفاظت)، حق پر ستی (انصاف پسند)، راست گوئی (حق کہنے والا)، تَوَاضُع اور سادگی (عاجزی وانکساری) کا عکس سب سے نُمَایَاں نظر آتا ہے اور یہ اَوْصَاف (صفت کی جمع) آپ میں ایسے رَاسِخْ (موجود) تھے کہ جو شخص بھی آپ کی صحبت میں بیٹھتا وہ بھی کم و بیش متاثر ہو کر اسی رنگ میں رنگ جاتا تھا۔ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم اس غرض سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہتے تھے کہ ان سے پرہیز گاری اور تقوٰی سیکھیں۔

خشیتِ الٰھی: تمام مَحَاسِن اخلاق کا سر چشمہ (تمام اچھے اخلاق کی بنیاد) خوف خدا ہے اور یہ خوف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رگ وپے (نس نس) میں اس قدر سمایا ہوا تھا کہ آپ مؤَاخِذَہْ (بارگاہِ خدا میں جواب دہ) کے خوف سے لرزہ براندام [58] رہتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ "اگر آسمان سے ندا آئے کہ ایک آدمی کے سوا سب دنیا جنت میں داخل ہو گی تب بھی مؤَاخِذَہْ زائل (ختم) نہ ہو گا کہ شاید وہ بد قسمت انسان میں ہی ہوں۔"

ایک بار آپ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے پوچھا "کیوں ابو موسیٰ اس پر راضی ہو کہ ہم لوگ اس ہجرت اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رَفَاقَتْ (مہربانی) کے طُفَیْل برابر چھوٹ جائیں 'نہ عذاب ملے نہ ثواب۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ عنہ نے کہا "میں تو اس پر راضی نہیں ہوں، ہم لوگوں نے نیکیاں کی ہیں اس لئے صلہ کی امید رکھتے ہیں۔" آپ نے فرمایا "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں عمر رضی اللہ عنہ کی جان ہے، میں تو صرف اسی قدر چاہتا ہوں کہ بے مؤَاخِذَہْ چھوٹ جاؤں۔" [59]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خُشُوْع و خُضُوْع (عاجزی وانکساری) کے ساتھ رات بھر نمازیں پڑھتے۔ نماز میں عموماً ایسی سورتیں پڑھتے تھے جن میں قیامت کی ہولناکی (خوف ناک) اور خدا کی عظمت و جلال کا ذکر ہوتا اور اس سے اس قدر مُتَاَثِّر ہوتے کہ روتے روتے ہچکی بندھ جاتی۔ حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں باوجودیکہ پچھلی صف میں رہتا تھا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ آیت قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ پڑھ کر اس زور سے روتے تھے کہ میں رونے کی آواز سنتا تھا۔ [60] حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے کہ جب اس آیت پر پہنچے اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَّالَه مِنْ دَافِعٍ تیرے رب کا عذاب یقینی ہو کر رہنے والا ہے اس کو کوئی رفع (دور کرنے والا) کرنے والا نہیں "تو بہت مُتَاَثِّر ہوئے اور روتے روتے آنکھیں سوج گئیں۔ [61]

---

[58] خوف کی وجہ سے جسم پر کپکپی طاری ہونا۔

[59] (صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه إلى المدينة، 63/5، الحديث 3915، دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، 1422ھ)

[60] (صحیح البخاری، کتاب الأذان باب إذا بكى الإمام في الصلاة، 144/1، الحديث 3915، دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، 1422ھ)

[61] (مسند الفاروق، ومن سورة الطور، 586/2، الحديث 868، دار الفلاح، الفيوم – مصر، الطبعة: الأولى، 1430 ھ 2009م)

حُبِّ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اتباعِ سُنّت: ایمان باللہ کے بعد مسلمان کا سب سے بڑا سرمایہ حُبِّ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (آپ ﷺ کی محبت) ہے۔اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ تہذیبِ نفس اور اخلاقِ حمیدہ سے مزیّن (آراستہ) ہونے کے لئے اپنے دل میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خالص محبت اور اتباعِ سنت کا صحیح جذبہ پیدا کرے جو دل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت سے خالی اور جو قدم اسوہ حسنہ کے جادہ مستقیم (سیدھے راستے) سے ہٹا ہوا ہو وہ کبھی سعادتِ کونین (آپ ﷺ کی سعادت) کی نعمت سے مُتَمتّع (فائدہ مند) نہیں ہو سکتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے از حد محبت تھی۔ایک بار دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی موجودگی میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کیا" یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ مجھ کو جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا" نہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب تک میں تم کو تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوں" (اس وقت تک مرتبہ اعلیٰ حاصل نہیں ہو سکتا) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی" "خدا کی قسم اب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ کو جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔" آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا"اے عمر رضی اللہ عنہ اب درجہ کمال حاصل ہو گیا۔"[62]

اس گفتگو سے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہوئی معیارِ محبت کا اظہار ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی پتہ چلا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حُبِّ رسول میں کیا درجہ حاصل تھا۔یہ درجہ تھا جس کے کامل اور تام (مکمل) ہونے کی شہادت خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی اور جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور صحابی کو حاصل نہ ہو سکا" وکفا ذالک فخرًا"

ذُوالخُوَیصَرَۃ نے جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ عدل کریں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپے سے باہر ہو گئے اور بارگاہِ نبوت میں عرض کی "مجھ کو اِذْنْ (اجازت) دیجئے کہ اس کی گردن مار دوں"۔[63] حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمالِ نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے شیدائی تھے۔آپ کو اس بارے میں مال، اولاد، عزیز و اقارب غرض کسی قربانی سے دَرِیْغ (خوف) نہ تھا۔معرکہ بدر میں عاص بن ہشام جو آپ کا ماموں تھا، خود آپ کے ہاتھ سے مارا گیا ۔اسی طرح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازواجِ مُطَھَّرَات سے ناراض ہو کر چند دنوں کے لئے ان سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کاشانہ نبوت (گھر مبارک) پر حاضر ہوئے لیکن جب بار بار اِذْنْ (اجازت) طلب کرنے پر بھی باریابی (حضوری) کی اجازت نہ ملی تو پکار کر عرض کیا" "خدا کی قسم میں حفصہ رضی اللہ عنہا کی سفارش کے لئے نہیں آیا ہوں اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حکم دیں تو اس کا سر قلم کر دوں۔"[64]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مَشْرَبَہ (کھانے کے کمرہ) میں گئے۔دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھری چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں۔سر مبارک کے نیچے چمڑے کا تکیہ ہے جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی ہے، پاؤں کے پاس دَبَاغَتْ (چمڑا پاک کرنے) کا سامان رکھا ہے اور سرہانے کئی چمڑے لٹک رہے ہیں۔آپ نے شہنشاہِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے توشہ خانہ (ساز و سامان کا کمرہ) میں جب یہ سامان دیکھا اور پہلوئے مبارک

---

[62] (صحيح البخاري، كتاب الأيمان والنذور، باب: كيف كانت يمين النبي صلى الله عليه وسلم، 129/8، الحديث: 6632، دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، 1422هـ)

[63] (مسند الفاروق، عقيدته: 24/1، دار الفلاح، الفيوم – مصر، الطبعة: الأولى، 1430 هـ 2009 م)

[64] (صحيح مسلم، كتاب الطلاق، باب في الإيلاء، واعتزال النساء: 1105/2، الحديث 1479، دار الفلاح، الفيوم – مصر، الطبعة: الأولى، 1430 هـ 2009 م)

میں بانوں(بیگم) کی بدھیاں پڑی ہوئی نظر آئیں تو آبدیدہ(غمگیں) ہوگئے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رونے کا سبب پوچھا۔ عرض کی "کسریٰ وقیصر دنیا کی زینت ونعمت میں بَسَرۡ کرتے ہیں اور آپ خدا کے رسول ہیں" (اور معیشت کا یہ سامان ہے) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت۔"[65]

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے اس تعلق کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ آپ کسی کام میں سنتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تجاوُز (حد پار) نہ کرتے تھے۔ آپ خورد ونوش (کھانے پینے)، لباس ووضع، نشست وبرخاست (مجلس کا آغاز واختتام) غرض ہر چیز میں اسوہِ حسنہ کو پیشِ نظر رکھتے اور اپنے عمال کو بھی پابندی سنت کے تاکیدی احکام بھیجتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت یزید رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان کے ساتھ کھانا کھایا۔ معمولی کھانوں کے بعد جب عمدہ قسم کے کھانے دستر خوان پر لائے گئے تو آپ نے ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا! "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں عمر رضی اللہ عنہ کی جان ہے اگر تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رَوِش (طریقے) سے ہٹ جاؤگے تو خدا تم کو جادہ مستقیم (سیدھے راستے) سے ہٹادے گا۔"[66] ٦٧٩

اسلام میں شعائر اللہ (اللہ تعالیٰ کی علامات) کی تعظیم کا حکم ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجر اسود کو بوسہ دیا ہے۔[67]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے زمانہِ خلافت میں جب اس کا موقع پیش آیا، اتباعِ سنت میں بوسہ تو دیا لیکن اس کے سامنے ہو کر فرمایا "میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، نہ نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع، اگر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بوسہ کرتے نہ دیکھتا تو ہر گز بوسہ نہ دیتا۔"[68]

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چونکہ زندگی ہمیشہ فقر وفاقہ (ضرورت کے اعتبار) سے بسر کی تھی اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی روم وایران کی شہنشاہی حاصل ہونے کے باوجود فقر وفاقہ (تنگ دستی) کی زندگی کو نہ چھوڑا۔ ایک مرتبہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ اب خدا نے مرۡفَہَ الحَالِیۡ (دولت مندی) عطا فرمائی ہے اس لئے اب آپ کو نرم کپڑوں اور اچھی غذا سے پرہیز نہ کرنا چاہیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جانِ پدَرۡ (باپ کی جان) تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عُسۡرتِ (تنگی) کی زندگی بھول گئیں، خدا کی قسم میں اپنے آقا کے نقشِ قدم پر چلوں گا کہ آخر کی فراغت اور خوشحالی نصیب ہو۔"[69]

حُبِّ اهل بیت: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اہل بیت سے بے حد محبت کرتے تھے اور ان کو علانیہ (ظاہرا) دیتے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عم (چچا) محترم تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا پنے دورِ خلافت میں جب نماز اِسۡتَسۡقَاء پڑھاتے تو ان کے وسیلہ سے دعا مانگتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ پہلے ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ بناتے تھے اب ان کے چچا کو وسیلہ بناتے

---

[65] (صحيح البخاري، كتاب تفسير القرآن، باب {تبتغي مرضاة أزواجك}، 156/6، الحديث: 4913، دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، 1422ھ)

[66] (محض الصواب في فضائل أمير المؤمنين عمر بن الخطاب، الباب الرابع والستون، في ذكر كلامه في الزهد والرقائق، 679/1، مكتبة أضواء السلف الرياض، الطبعة: الأولى، 1420ھ2000م)

[67] (صحيح البخاري، كتاب الحج، باب تقبيل الحجر، 151/2، الحديث: 1161، دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، 1422ھ)

[68] (صحيح البخاري، كتاب الحج، باب ماذكر فى الحجر الاسود، 149/2، الحديث: 1597، دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، 1422ھ)

[69] (سير أعلام النبلاء، سيرة عمر الفاروق رضى الله عنه، 81/1، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى، الطبعة: الثانية، 1395ھ 1975م)

ہیں۔[70] حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے متعلق بیان کرتے ہیں۔"عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب ابن عباس رضی اللہ عنہ کو تَقَرُّب (قربت) کا درجہ عطا فرماتے تھے۔"[71]

حُبِّ متعلقینِ رسالت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام متعلقین کا پاس ولحاظ (ادب واحترام) اپنی اولاد سے زیادہ کرتے تھے۔جب آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وظائف مقرّر کرنے چاہے تو حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بن عوف وغیرہ کی رائے تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بحیثیتِ امیر المؤمنین کے سب پر مقدّم رکھے جائیں لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکار کیا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قُرْب و بُعْدْ (قریبی اور دوری) کے لحاظ سے وظائف مقرر کیے۔چنانچہ سب سے پہلے بنو ھاشم کو رکھا اور پھر ان میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو مقدم رکھا۔اس کے بعد بنی امیہ، بنی عبدالشمس، بنی نوفل، نبی عبدالعزیٰ یہاں تک کہ اپنے قبیلہ بنی عدی کو پانچویں نمبر پر رکھا تنخواہوں کی تعداد میں بھی یہی ترتیب ملحوظ رکھی۔سب سے زیادہ تنخواہیں بدری صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تھیں۔[72] اگرچہ حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان میں سے نہ تھے تاہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذُرّیت کے تعلق سے ان کی تنخواہیں بدری صحابہ ررضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے برابر مقرّر کیں۔آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواجِ مُطَہَّرَاتْ کے مرتبہ، ان کے احترام اور آرام و آسائش کا خاص لحاظ رکھتے تھے۔چنانچہ ان کی تنخواہیں سب سے زیادہ بارہ بارہ ہزار مقرّر کیں[73]۔۲۳ ہجری میں جب امیر الحاج بن کر گئے تو ازواجِ مُطَہَّرَاتْ کو نہایت ادب واحترام کے ساتھ ہمراہ (ساتھ) لے گئے۔حضرت عثم رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو سواریوں کے ساتھ کر دیا تھا یہ لوگ آگے پیچھے چلتے اور کسی کو سواریوں کے قریب نہ آنے دیتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خادم حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کے صاحبزادے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی تنخواہ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے جو بدری تھے زیادہ مقرّر کی، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عذر کیا تو فرمایا"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسامہ رضی اللہ عنہ کو تجھ سے اور اسامہ رضی اللہ عنہ کے باپ کو تیرے باپ سے زیادہ محبوب رکھتے تھے۔"[74]

حُبِّ مدینہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مدینہ سے بے انتہا محبت تھی۔مدینہ کو چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دَارُ الْہِجْرَتْ ہونے کا شرف حاصل تھا اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر یہ دعا فرمایا کرتے"خداوند! مجھ کو اپنی راہ میں شہید کر اور مجھے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہر میں موت دے۔"[75]

---

[70] (صحیح البخاري، أبواب الاستسقاء، باب سؤال الناس الإمام الاستسقاء، 27/2، الحدیث: 1010، دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، 1422ھ)

[71] (الفاروق، 343/1، دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

[72] (الفاروق، مذاق شاعری، جلد 1، ص 393 الی 394، دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

[73] (مسند الفاروق، 476/2، ،دار الفلاح، الفیوم – مصر، الطبعة: الأولى، 1430 ھ 2009م)

[74] (الفاروق، مذاق شاعری، 394/1 دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

[75] (مسند الفاروق، أحادیث في فضل الحَرَمین:، 533/1، دار الفلاح، الفیوم – مصر، الطبعة: الأولى، 1430 ھ 2009م)

مدینہ میں مزار نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے متبرّک (برکت والا) مقام ہے اور صحیح حدیث کی رو سے تختۂ جنت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس خواب گاہ میں آرام فرمانے کی سب سے بڑی آرزو تھی چنانچہ جب وفات کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پیغام کہلوایا اور انہوں نے ان کی درخواست منظور کی تو خلیفۃ المسلمین کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے۔ "خدا کا شکر ہے، اس خواب گاہ سے زیادہ کوئی چیز میرے نزدیک اہم نہ تھی۔"[76]

زھد وقناعت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مدینہ کے فضائل اخلاق میں یہ عنوان سب سے زیادہ جلی اور واضح نظر آتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ دنیاوی حیثیت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو جو اعزاز عطا فرمایا تھا اس کے ساتھ انہوں نے جو زہد و قَنَاعَتْ (تقویٰ اور کم شئے پر اکتفاء) کی زندگی اختیار فرمائی اس کی نظیر انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی عظیم الشان خلیفہ یا بادشاہ کی زندگی میں نہیں مل سکتی۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ قَدَامَتِ اسلام (پہلے اسلام لانے) اور ہجرت کے لحاظ سے بہت سے لوگوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ کو بن الخطاب پر فَوْقِیَّتْ (برتری) حاصل ہے لیکن زہد و قَنَاعَتْ (تقویٰ اور کم شئے پر اکتفاء) میں وہ سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب عمر رضی اللہ عنہ کو کچھ دینا چاہتے تو وہ عرض کرتے کہ مجھ سے زیادہ حاجت مند لوگ موجود ہیں جو اس عَطِیَّہ (صدقہ) کے زیادہ مستحق ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے کہ اس کو لے لو پھر تمہیں اختیار ہے اپنے پاس رکھو یا صدقہ کر دو۔ انسان کو اگر بے طلب مل جائے تو لے لینا چاہیے۔ آپ کی زندگی کا ایک رخ یہ ہے کہ ایران پر فوجیں بھیج رہے ہیں، قَیْصَر و کِسْریٰ کے سفیروں سے معاملہ در پیش ہے، حضرت خالد بن ولید اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بَازْ پُرَسْ (پوچھ گچھ) ہو رہی ہے، فاتحِ مصر و ایران کے نام فرامین جاری ہو رہے ہیں اور دوسرا رُخ یہ ہے کہ بدن پر پیوند لگا ہوا کُرتا ہے، سر پر پھٹا ہوا عمامہ، پاؤں میں بوسیدہ (پرانی) چپل اور اسی حالت میں بیوہ عورتوں کے گھروں میں پانی بھرنے کے لئے کاندھے پر مشک ہے یا کسی وقت مسجد کے گوشہ میں کام سے تھک کر فرشِ خاک (مٹی کی زمین) پر نیند آگئی ہے۔

سادگی: سفر میں خیمہ و خَرْگاہْ (شاہی خیمہ) کا کوئی انتظام نہ ہوتا تھا۔ جہاں منزل ہوتی کسی درخت کے سایہ میں پڑ رہتے۔ آپ کی سادگی کی وجہ سے ان لوگوں کو جن کی نگاہیں شان و شوکت ڈھونڈتی تھیں، آپ کو پہچاننے میں دقت ہوتی تھی۔ شام کے سفر میں جب بیت المقدس کے قریب پہنچے تو مسلمانوں نے اس خیال سے کہ عیسائی امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر اپنے دل میں کیا خیال کریں گے۔ ترکی گھوڑا اور قیمتی لباس پیش کیا، لیکن آپ نے فرمایا خدا نے ہم کو جو عزت دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور ہمارے لئے کافی ہے۔[77]

مزاج کی شدت: مزاج فطرتاً تُنْدْ و تیز واقع ہوا تھا۔ اسلام سے پہلے تو مجسم قہر (غضب ناک) تھے۔ اسلام کے بعد سختی قائم رہی اور بات بات پر تلوار نیام سے باہر ہو جاتی تھی۔ لیکن خلافت کا بار اٹھانے کے بعد بہت نرم ہو گئے تھے پھر بھی کچھ اثر باقی تھا۔ اہلِ سِیَرْ کے مطابق یہ شدت حق و باطل کے درمیان ایک حد فاصل تھی۔ وہ مظلوم کے لئے نرم اور ظالم کے حق میں سخت ہوتے تھے ان کی نرمی میں ضُعْفْ (کمزور) اور سختی میں جبر (ظلم) نہیں ہوتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تُنْدْ مزاجی کے جتنے واقعات ہیں وہ سب حق کی حمایت کے ہیں۔ ورنہ اپنی ذات کے لئے وہ نہایت بُرْدْبَارْ (ذہین) اور مُتَحَمِّلْ (برداشت کرنے والے) تھے۔

---

[76] (طبقات الکبری، الباب ذکر استخلاف عمر رضی اللہ عنہ، 257/3، دار الکتب العلمیۃ – بیروت، الطبعۃ: الأولی، 1410 ھ 1990 م)

[77] (الفاروق، 395/1 دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

جب ملکی معاملات میں لوگ آپ سے اختلاف کرتے اور معمولی معمولی بات پر ٹوکتے تو آپ اسے بڑے تَحَمُّلْ سے برداشت کرتے اور ابرو پر شکن (ماتھے پر بل) نہ پڑنے دیتے تھے، آپ خود فرمایا کرتے تھے، "واللہ میرا دل خدا کے بارہ میں نرم ہوتا ہے تو جھاگ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتا ہے اور سخت ہوتا ہے تو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتا ہے۔" آپ کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ آپ کا غصہ اور لُطفُ ورحم (مہربانی) محض خدا کے لئے تھا ذاتیات کو مطلقاً دخل نہ تھا۔

شفقت: اگرچہ شفقت اور شدت دو مُتَضَادْ (ضد) اوصاف ہیں۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں شدت کے ساتھ شفقت بھی کمال درجہ تک موجود تھی۔ آپ رعایا، ذِمّیُوں[78] اور غلاموں سے نہایت شفقت سے پیش آتے تھے گویا آپ کی زندگی تندی و نرمی کا حسین امتیاز تھی۔ عراق کی بیوہ عورتوں کی حالت کا یہاں تک خیال تھا کہ شہادت سے چار روز قبل فرمایا: "اگر خدا نے مجھ کو زندہ رکھا تو اہل عراق کی بیوہ عورتوں کو اس (مالی) حالت میں چھوڑ جاؤں گا کہ میرے بعد ان کو کسی شخص کی احتیاج باقی نہ رہے گی۔"

ذِمّیُوں پر یہ شفقت تھی کہ جب خیبر کے یہود کو جِلاوَطَنْ (ملک سے باہر) کیا تو صحیح روایات کے مطابق ان کو جائیداد، اونٹ اور بکریاں گھریلو اثاثہ جات یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے کَجَاوُں[79] اور رسیوں تک کی قیمت ادا فرمائی حالانکہ یہ لوگ اسلام کے سخت دشمن تھے۔ غلاموں کو آقا کا ہم مرتبہ (ایک برابر) کر دیا تھا۔ غلاموں کو آزادی کے وسائل مہیّا (فراہم) کرتے تھے۔ ان کی تعلیم کا بندوست کرتے اور ان کو بڑے بڑے ملکی عہدے دیتے تھے۔[80]

ذریعہ معاش: دیگر معززین قریش کی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذریعِہ معاش بھی اسلام سے قبل اور بعد تجارت تھا۔ جب آپ خلیفہ بنے تو بَیْتُ المال (قومی خزانہ) سے وظیفہ مقرّر ہونے تک یہی مَشْغَلَہ (معمول) جاری رہا مگر جب بقدرِ کَفَالَتْ وظیفہ مقرّر ہوا اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے وظائف کے ساتھ آپکو بھی پانچ ہزار کی رقم ملنے لگی تو آپ نے تجارت کا پیشہ تَرْکْ (چھوڑ) کر دیا اور اسی آمدنی پر گزراوقات کرنے لگے۔[81]

غذاولباس: آپ کی غذا نہایت سادہ ہوتی تھی۔ معمولاً روٹی اور روغن زیتون دستر خوان پر ہوتا تھا۔ روٹی اکثر گیہوں کی ہوتی، مگر آٹا چھانا نہیں جاتا تھا۔ مہمان یا سُفَرَاء (سفیر) آتے تو ان کو کھانے کی تکلیف ہوتی تھی کیونکہ وہ اس معمولی اور سادہ غذا کے عادی نہیں ہوتے تھے۔[82] حضرت حفص رضی اللہ عنہ بن ابی العاص اکثر کھانے کے وقت موجود ہوتے مگر شریک نہیں ہوتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے عرض کیا کہ آپ کے دستر خوان پر ایسی سادہ اور معمولی غذا ہوتی ہے کہ ہم لوگ اپنے لذیذ اور نفیس کھانوں پر اسے ترجیح نہیں دے سکتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ "کیا تم سمجھتے ہو کہ میں قیمتی اور لذیذ کھانا کھانے کی قدرت نہیں رکھتا؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر قیامت کا خوف نہ ہوتا تو میں بھی تم لوگوں کی طرح عیش وعشرت کا دِلدَادَہْ (خواہش مند) ہوتا۔"[83]

---

78) (وہ کافر جو اسلامی ملک میں ٹیکس دے کر رہتے ہیں)

79) (اونٹ کی پیٹھ پر لگے ہوئے محمل جس پر سواری بیٹھتے ہیں)

80) (الفاروق، 292/1 دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

81) (الفاروق، جلد1، 399الی 400، دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

82) (الفاروق، 400/1، دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

83) (تاريخ دمشق لابن عساكر، حرف الحاء، حفص بن أبي العاص بن بشر بن دهمان، 414/14، دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، عام النشر: 1415هـ 1995م)

ایک دفعہ حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ بن فرقد شریکِ طعام تھے اور اُبلا ہوا گوشت اور سوکھی روٹی کے ٹکڑے زبردستی حَلَق سے نیچے اتار رہے تھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"اگر تم سے نہیں کھایا جاتا تو نہ کھاؤ"عتبہ رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا کہنے لگے "یاامیر المؤمنین !اگر آپ اپنے کھانے،پہننے میں کچھ زیادہ صَرَف(خرچ) کریں گے تو اس سے مسلمانوں کا مال کم نہ ہو جائے گا۔"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا"افسوس تم مجھے دنیاوی عیش وتَنَعُّم کی ترغیب دیتے ہو۔[84]

غذا کی طرح لباس کا بھی یہی حال تھا۔آپ کا جسم کبھی نرم اور ملائم کپڑے سے مس نہیں ہوا بدن پر بارہ بارہ پیوند لگا کُرتا،سر پر پھٹا ہوا عمامہ اور پاؤں میں پھٹی ہوئی جوتیاں ہوتی تھیں آپ انہی کپڑوں میں قیصر وکسریٰ کے سفیروں سے ملتے،وَفُوْد(لشکر) کو باریاب(استقبال) کرتے اور برسرِعام نکلتے تھے۔ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کے روز خطبہ دے رہے تھے،ان کے تہبند میں بارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔[85]

ایک دفعہ گزی[86] کا کرتہ ایک شخص کو دھونے اور پیوند لگانے کے لئے دیا،اس نے اس کے ساتھ ایک نرم کپڑے کا کرتہ پیش کیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو واپس کر دیا اور اپنا کرتہ لے کر فرمایا"اس میں پسینہ خوب جَذْب ہوتا ہے۔"[87]

ایک دفعہ دیر تک گھر میں رہے،باہر آئے تو لوگ انتظار کر رہے تھے۔معلوم ہوا کہ پہننے کو کپڑے نہ تھے،اس لئے انہیں کپڑوں کو دھو کر سوکھنے کو ڈال دیا تھا۔خشک ہو گئے تو وہی پہن کر باہر نکلے۔[88]

جُوْدوسَخَا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ سے اکثر یہ دعا کرتے تھے"خداوند!میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ مال کو اس کے حق میں صرف کروں۔"کوئی مستحق اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مال سے محروم ہوتا تو آپ افسوس کرتے تھے۔ایک دفعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی،وہ بھوک سے بیتاب(بے چین) تھے۔انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قرآن حکیم کی ایک آیت پوچھی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس حُسْنِ طلبْ(مانگنے کا اچھا انداز) پر غور نہ فرما سکے اور آیت بتلا کر مکان کے اندر چلے گئے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کچھ دور چل کر گر پڑے اتنے میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں پڑا دیکھ کر آواز دی۔وہ بولے حاضر ہوں۔آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور دولت خانہ پر لے گئے۔ایک بڑے پیالہ میں دودھ منگوا کر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیا،انہوں نے یہاں تک پیا کہ شِکَمْ اونچا ہو کر تن(پیٹ بھر) گیا۔بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے واقعہ بیان کیا اور کہا وہ آیت مجھے آپ سے زیادہ یاد تھی لیکن جو زیادہ مستحق تھا(یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)اس نے میری ضرورت پوری کی۔"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔"خدا کی قسم اگر میں تم کو گھر لے جاتا تو یہ مجھ کو سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتا۔"[89]

---

84) (صحيح مسلم ,كتاب الطلاق, باب في الإيلاء , واعتزال النساء:,1105/2 ,الحديث 1479 ,دار الفلاح ,الفيوم – مصر ,الطبعة: الأولى, 1430 ھ 2009م)

85) (الفاروق, 395/1 دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

86) ادنیٰ قسم کا ایک سوتی دیسی کپڑا جو موٹا اور گھٹیا قسم کا ہوتا ہے عموماً کھڈی پر بُنا جاتا ہے،کھدر

87) (كنز العمال ,فضائل الفاروق رضي الله عنه , زهده رضي الله عنه , 623/12 ,الحديث35923 , دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

88) (الفاروق, 401/1 دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

89) (صحيح البخاري, كتاب الرقاق, كيف كان عيش النبي صلى الله عليه وسلم وأصحاب,96/8 ,الحديث: 6452 , دار طوق النجاة , الطبعة: الأولى, 1422ھ)

بُخْلُ (کنجوسی) **سے اِجْتِنَابْ** (بچنا): حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگرچہ خود نہایت زاہدانہ اور زَخارِف دُنیَوی (دنیا کی آرائشوں) سے بیگانہ زندگی بسر کرتے تھے تاہم دوسروں کو تَوسِیْعْ (اضافہ) کی اجازت تھی۔ایک بار کسی نے پوچھا کہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟فرمایا "جب خدا وُسْعَتْ (کشادگی) دے تو تم کو بھی وُسْعَتْ اختیار کرنا چاہیے۔"

ثَقَافَتْ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بِالطَّبَعْ نَظَافَتْ (باعتبارِ طبع طہارت) پسند تھے۔ایک بار آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استفتاء کیا "رات کو مجھے غسل کی ضرورت ہو جاتی ہے اس وقت کیا کروں؟ارشاد ہوا کہ وضو کرکے سو رہا کرو۔"

ایک دفعہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ مہاجرینِ اَوَّلِیْنْ میں سے ایک بزرگ مسجد میں آئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پکار کر فرمایا "یہ کونسا وقت ہے؟انہوں نے اپنی مصروفیات بیان کیں اور کہا کہ اذان سن کر وضو کیا اور سیدھا چلا آیا۔آپ نے فرمایا صرف وضو! حالانکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غسل کا حکم دیتے تھے۔

صِلَۂ رَحْمِی: صلہ رحمی انسان کی ایک مخصوص فضیلت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی بڑی تاکِیْد (سختی) فرمائی ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں یہ فضیلت اس درجہ تک موجود تھی کہ مسلمان تو مسلمان آپ کافر اَعِزَّہْ (کافرین جو معزز ہیں) کے ساتھ بھی سلوک کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک حُلہ (جبا) عنایت فرمایا جس میں ریشم ملا ہوا تھا۔چونکہ اس کے پہننے کی مُمانَعَتْ (منع) تھی اس لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک مشرک بھائی کے پاس مکہ بھجوا دیا۔

مَحَارِمْ سے اِجْتِنَابْ (بچنا): حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محارم الٰہی سے اجتناب کا ایک اصول بیان کیا ہے جس سے ان کی زندگی پر روشنی پڑتی ہے۔فرماتے ہیں: "ہم نے اپنی بہترین زندگی صبر میں پائی ہے" یعنی محارم سے نفس کو روکنا بہترین زندگی ہے۔

عِصْمَتْ (پاک دامنی): حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس جامعیت کے ساتھ ساتھ عِصْمَتْ (پاک دامنی) کا درجہ حاصل تھا جو خدا کے نبیوں اور فرشتوں کو حاصل ہوتا ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عصمت کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود بیان فرمایا ہے۔

اے ابن خطاب! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم کو جب شیطان کسی راستہ میں چلتا ہوا ملتا ہے تو تمہارا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔[90]

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

[90] (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عمر بن الخطاب، 11/5، الحدیث: 3683، دار طوق النجاۃ، الطبعۃ: الأولی، 1422ھ)

مقدمہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّيۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ

ہمارے دور میں بِدْعَتْ (نئی چیز) کی قَبَاحَتْ (برائی) بیان کر کے عَالَمِ اہلِ اسلام کو بیشمار اسلامی تعلیمات سے محروم کیا جارہا ہے۔ ہم اہل سنت بھی یہی کہتے ہیں کہ بِدْعَتْ (نئی چیز) بہت بُری شی ہے اس کا اِرْتِکَاب (کرنے والا) جہنم میں لے جائے گا۔ شرط یہ ہے کہ وہ واقعی ایسی بِدْعَتْ (نئی چیز) ہو جس سے اللہ اور اس کا پیارا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیزار ہو۔ کیونکہ جس طرح مخَالِفِین نے بِدْعَتْ، حرام، حرام کی رٹ لگا رکھی ہے اس طرح سے بہت سے نیک کام حرام ماننے پڑیں گے حالانکہ وہ کام نہ صرف جائز بلکہ بعض اوقات ان کا عمل میں لانا واجب اور ضروری ہے۔ اس کی تفصیل فقیر نے اپنی تصنیف "بدعت ہی بدعت" میں لکھ دی ہے۔ سرِ دَسْتْ (فی الحال) اتنا کافی ہے کہ ہر بِدْعَتْ حرام نہیں بلکہ وہ بِدْعَتْ حرام یا بری ہے جو قرآن وحدیث کے خلاف ہو۔ اگر اس بِدْعَتْ یعنی نئے کام کارد، نہ قرآن میں، نہ حدیث میں ہو تو وہ جائز ہے خواہ وہ صدیوں بعد ظاہر ہو یا خیر القرون[91] میں۔

ازالۂ وھم: مخَالِفِین کا یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ جو نیا کام حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس کے بعد عمل میں لایا جائے وہ بِدْعَتْ ہے یہ اس لئے غلط ہے کہ ہزاروں نیک کام حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال شریف سے لے کر تا حال (اب تک) شریعت میں نہ صرف مرَوَّج (رائج) ہیں بلکہ ضروری ہیں لیکن انہیں مخَالِفِین بِدْعَتْ نہیں کہتے بلکہ دوسروں سے زیادہ عمل میں لاتے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید پر اعراب (زبر، زیر اور پیش) نقطے، شدّیں، مدّیں، تیس پاروں پر قرآن مجید کی تقسیم اور ان تیس پاروں کے نام۔ مثلاً پہلے پارے کا نام الم دوسرے پارے کا نام سیقول اسی طرح تیسویں کا نام عم یتساؤلون اس سے مزید تفصیل و تحقیق فقیر کے رسالہ "بدعات القرآن" میں پڑھیئے۔ یونہی مسجد شریف کا حال ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی دوبار تیار کردہ (تیار کیا ہوا) مسجد کچی، اس میں نہ محراب، نہ مینار نہ دیوار ان کے علاوہ مسجد کی بِدْعَاتْ عالمِ وجود میں آئیں ہیں تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ "بدعات المسجد" بہر حال بِدْعَتْ کی سرے سے تعریف ہی غلط ہے کہ جو کام حضور اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد رائج ہو وہ بِدْعَتْ ہے بِدْعَتْ کی اصلی اور حقیقی تعریف یہ ہے کہ وہ کام جو قرآن وحدیث کے خلاف ہو اسے بِدْعَتِ سَیِّئَہْ (بری بدعت) کہا جاتا ہے۔[92] اس جامع تعریف پر اسلام کے بیشمار اُمور بِدْعَتْ (نئی چیز) کے فتویٰ سے بچ جاتے ہیں۔ مِنْجُمْلَہْ (بالآخر) ان کے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اِیجَادْ کَرْدَہْ کام ہمارے نزدیک مُسْتَحْسَنْ (اچھے) ہیں اور وھابیوں کے نزدیک بدعت اور حرام لیکن وہ اس سے بچ بھی نہیں سکتے۔ چند امور ملاحظہ ہوں۔

بدعت نمبر ۱ :۔ جمع القرآن

بزمانہ خلافتِ صدیق رضی اللہ عنہ بہت سے قرّا (حفاظ) غَزْوَہْ یَمَامہ میں شہید ہو گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا مجھے خوف ہے کہ اس طرح ایک ایک کر کے کہیں سارے حافظ اور قاری فوت نہ ہو جائیں اور قرآن ہمارے درمیان نہ رہے اس لئے آپ

91) خیر القرون سے مراد آپ ﷺ کا، صحابہ کا اور تابعین کا زمانہ ہے

92) (مفاتيح الجنان في شرح شرعة الإسلام للإمام زاده الحنفي. الفصل الاول في التحريض على اتباع سنة سيد المرسلين من الكتاب و الحديث. 13/2. دار الكتب العلمية)

تمام قرآن کو جمع کر کے محفوظ کر دیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا میں وہ کام کیسے کر لوں جسے رسول اللہ صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ آپ نے جواب میں کہا، ربِّ کعبہ کی قسم اس کام میں خیر ہے، آپ یوں ہی بار بار فرماتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ابو بکر صدیق کے دل میں بھی وہ روشنی پیدا کر دی جو اس سے پہلے حضرت عمر کو عطا کی تھی پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس عظیم کام کے لئے قراُصحابہ کی ایک کمیٹی مقرر کی اور تمام قرآن پاک کو ایک جگہ جمع کرا دیا۔[93] (بخاری شریف)

فائدہ:۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جو ملکوتی زبان (پاکیزہ زبان) اور تعمیری فکر (تعمیری سوچ) عطا کی تھی جس کام کے لیے انہیں محدث اور مُلْہَمْ (جس پر الہام ہو) بنایا تھا اسی وَصف سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس موقعہ پر حفاظتِ قرآن کی تحریک کی اور آج جو اُمتِ مسلمہ کے ہاتھوں میں صَحِیْفَۂ قرآن مجید ہے یہ صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظرِ صَائِبْ (دور اندیشی) اور فکرِ رَاسِخْ (گہری سوچ) کا ثَمرَۂ (نتیجہ) ہے۔

بدعت نمبر ۲:۔ تراویح

اَوَائِل عہدِ فاروقی (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی زمانہ) تک لوگ الگ الگ تراویح پڑھا کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں امامِ واحد کی اِقْتِدَا (ایک امام کے پیچھے) میں جمع کر دیا اور سب مل کر جماعت سے تراویح پڑھنے لگے اور اس میں ختمِ قرآن کا اہتمام کر لیا گیا۔ (بخاری شریف و بیہقی)

فائدہ:۔ بظاہر یہ صرف اتنی سی بات تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کو باجماعت کرا دیا لیکن حقیقت میں اس کے بہت عظیم اور دُور رَس (دور تک اثر انداز ہونے والے) فوائد پنہاں تھے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ تراویح میں قرآن سنانے کے شوق سے لوگ بکثرتِ قرآن حفظ کرتے ہیں۔ ایک مسجد میں تراویح ہو تو کئی حافظ قرآن سنتے ہیں اور تجربہ سے یہ اَمرْ (معاملہ) ثابت ہے کہ جو حافظ قرآن سنانا یا سننا چھوڑ دے اُسے قرآن بھول جاتا ہے اور آج دنیا میں جو حُفَّاظِ قرآن کی اس قدر کثرت ہے وہ سب تراویح کی برکت اور فِرَاسَتِ (دور اندیشی) عمر رضی اللہ عنہ کا صدقہ ہے۔

فائدہ:۔ قرآن کریم کے محفوظ رہنے کی صرف دو شکلیں ہیں، یا صورت مَصْحَفْ (جلد کی صورت) میں یا سینہ میں اور قرآن مَصْحَفْ میں محفوظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فکر سے ہوا اور سینہ میں محفوظ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فِرَاسَت سے (اس سے ہزاروں بدعات حسنہ ہوئیں) تفصیل فقیر کے رسالے **"بدعات القرآن"** میں پڑھیے۔

بدعت نمبر ۳:۔ دورِ قرآن

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال رمضان شریف میں جبریل امین علیہ السلام کے ساتھ قرآن کا دَور کیا کرتے تھے۔ تراویح کے سبب اب ہر سال رمضان میں حافظ اور سامعِ قرآن کا دور کرتے ہیں اور حضور کی یہ سُنت تازہ رہتی ہے۔ لیکن حُفاظ کا دور مرَوَّجَہ (رائج شدہ) بدعت (حسنہ) ہے جیسا کہ ظاہر ہے اس سے سمجھ لیں کہ اہلسنت کے مسائل (میلاد شریف، عرس، گیارہویں وغیرہ) کے اُصولِ سنت سے ثابت ہیں لیکن طریقہ مرَوَّجَہ بدعت ہے اسی طریقہ مرَوَّجَہ کو بدعت حسنہ کہا جاتا ہے۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بدعات میں ضمناً لکھ دی گئی ہے۔

---

[93] (صحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب قوله: {لقد جاءکم. 71/6، الحدیث: 4679، دار طوق النجاۃ، الطبعة: الأولی، 1422ھ)

بدعت نمبر ۴:۔ بدعت تقویم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ امت کی تعمیر (ترقی) اور ملت (دین) کے اِستِحکام (بحال) کی لگن میں رہتے تھے آپ کی فِرَاسَتِ نے امت کو ہجری تقویم دی۔

نمبر ۵:۔ شراب نوشی (شراب پینے) پر اسی کوڑے حَدّ مقرر کی۔

نمبر ۶:۔ خلیفہِ رسول کے لمبے چوڑے اضافی نام کی جگہ امیر المؤمنین کا لقب اختیار کیا۔

نمبر ۷:۔ امیر کے لئے بَیْتُ الْمَال سے وظیفہ کی ابتدا۔

نمبر ۸:۔ ہَجْوْ (وہ اشعار جو مذمت پر ہو) پر تَعْزِیْر (باز آنے کے لئے سزا دینا) مقرر کی۔

نمبر ۹:۔ رات کو اٹھ کر احوالِ رعایا کے تَجَسُّس (جستجو) کا عمل جاری کیا۔

نمبر ۱۰:۔ تَادِیْب (ادب سکھلانے) کے لئے دِرّہ ایجاد کیا۔ نمبر

نمبر ۱۱:۔ اطرافِ مملکت میں قُضاہ (قاضی) مقرر کیا۔

نمبر ۱۲:۔ مساجد میں قَنَادِیْل[94] کی روشنی کا انتظام کیا۔ ایسے بہت سے کام کئے۔

نمبر ۱۳:۔ بیت المال قائم کیا۔

نمبر ۱۴:۔ بقول شیعہ مُتْعَہ کی حرمت عام کی، ہم کہتے ہیں کہ اس کی حرمت تو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود فرمائی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی قانونی جرم کی حیثیت سے روک تھام فرمائی۔

نمبر ۱۵:۔ جن لونڈیوں سے اولاد ہو جائے ان کی خرید و فروخت مَمْنُوع (ناجائز) قرار دی دی۔

نمبر ۱۶:۔ بقول شیعہ نماز جنازہ میں چار تکبیریں پڑھنے کا حکم۔ ہم کہتے ہیں کہ چار تکبیر نماز جنازہ میں خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقرر فرمائیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے برعکس کرنے پر انتباہ فرمایا۔

نمبر ۱۷:۔ دَفَاتِر قائم کئے اور وزارتیں معین فرمائیں۔

نمبر ۱۸:۔ سب سے زیادہ فُتُوحَات حاصل کیں۔

نمبر ۱۹:۔ مصر سے بحرِ ایْلَہ کے راستے مدینہ منورہ غَلَّہ (کھانے) پہنچانے کا بندوست کیا۔

---

[94]) ایک فانوس جس میں چراغ جلا کر لٹکاتے ہیں۔

نمبر ۲۰:۔ صدقہ کا مال اسلامی امور میں خرچ کرنے سے روکا۔

نمبر ۲۱:۔ ترکہ (مالِ وراثت) کے مقررہ حصوں کو تقسیم کا نِفاذ فرمایا۔

نمبر ۲۲:۔ گھوڑوں پر زکوٰۃ وصول کی۔

نمبر ۲۳:۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطال اللّٰہ بقائک اور اید ک اللّٰہ کہہ کر خطاب کیا۔

نمبر ۲۴:۔ آپ ہی نے سب سے پہلے دُرہ ایجاد کیا۔

نمبر ۲۵:۔ شہروں میں قاضی مقرر کئے۔

نمبر ۲۶:۔ کوفہ، بصرہ، جزیرہ، شام، مصر اور موصل کے شہر آباد کئے۔ مسجد نبوی کو وسیع کرایا۔

نمبر ۲۷:۔ مساجد میں قَنَادِیل روشن کیں۔[95]

تائید امام سیوطی علیه الرحمه: ان میں سے چند بِدْعاتْ کی تائید حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے بھی تاریخ الخلفاء میں کی ہے چنانچہ اَوَّلِیاتِ (ابتدائی بنیادی باتیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ عسکری کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہ کو ہی امیر المؤمنین کہا گیا ہے اور سب سے پہلے آپ نے ہی ہجری تاریخ مقرر کی اور بیت المال بھی سب سے پہلے آپ ہی نے مقرر کیا اور قیامِ رمضان یعنی نماز تراویح باجماعت آپ نے ہی مقرر کیا اور رات کو پاسبانوں (پہرے داروں) کی طرح سب سے پہلے آپ پھرتے ہیں اور ہجْوْ (وہ اشعار جو مذمت پر ہو) کہنے پر سب سے پہلے حد آپ نے ہی مقرر کی اور شراب نوشی پر اسی درے لگوائے اور سب سے پہلے مُتْعَہْ آپ نے ہی حرام کیا اور آپ نے ہی سب سے پہلے ام الولد (جن لونڈیوں سے اولاد ہو جائے) کی بیع کو منع فرمایا جنازے میں چار تکبیریں کہنے پر لوگوں کو آپ نے ہی متفق کیا۔ دفتر پہلے آپ نے ہی مقرر کیے اور زمین کی پیائش کی اور مصر سے بحرِ ایْلہْ کے راستے سے مدینہ میں آپ ہی نے سب سے پہلے غلہ منگوایا۔ اور "مسئلہ عَوَلْ[96]" میراث میں آپ نے ہی زائد کیا اور گھوڑوں کی زکوٰۃ سب سے پہلے آپ نے ہی لی[97] اور جملہ: أطال الله بقاءك اور أيدك الله (جو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہے تھے) سب سے پہلے آپ نے ہی کہے۔[98]

انتباہ:۔ یہ دعائیہ کلمات گواہی دے رہے ہیں کہ خلفاءِ ثلاثہ بالخصوص فاروق اعظم اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کا آپس میں پیار تھا بلکہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مخصوص مشیرْ تھے یہی وجہ ہے یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں کسی نے پوچھا کہ صدیق اکبر

---

95) (الفاروق. جلد1. 401الی 404. دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

96) عول سے مراد اصطلاح فرائض میں یہ ہے کہ مخرجِ مسئلہ جب ورثاء کے حصوں پر پورا نہ ہوتا ہو یعنی حصے زائد ہوں اور مخرج کا عدد حصوں کے مجموعی عدد سے کم ہو تو مخرج مسئلہ کے عدد میں اضافہ کیا جاتا ہے اس طرح کی تمام ورثاء پر ان کے حصوں کی نسبت سے ہو جاتی ہے۔

97) (تاریخ الاسلام ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ، 348/2. ناشر خلیل . مطبع جوہر رحمانیہ پرینٹرز لاہور . سن اشاعت 2004ء)

98) (تاريخ الخلفاء. الخليفة الثاني. فصل: في أوليات عمر رضي الله عنه. 110/1. دار الفلاح. الفيوم – مكتبة نزار مصطفى الباز. الطبعة: الطبعة الأولى: 1425هـ2004م)

اور فاروق اعظم اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اَدْوَار (زمانے) خیر خیریت سے گذرے اور آپ کے دور میں خَلْفِشَار (کشمکش) ہے آپ نے فرمایا کہ ان کے دور میں ہم ان کے مشیرتھے اور ہمارے دور میں تم۔ یہ خَلْفِشَار (کشمکش) مشیروں کی وجہ سے ہے۔

عمر کا کوڑا: امام نووی علیہ الرحمہ تہذیب میں لکھتے ہیں۔ سب سے پہلے دُرّہ آپ نے ہی ایجاد کیا اور اسی طرح ابن سعد نے طَبَقَات میں ذکر کیا کہ آپ کے بعد مثال کے طور پر لوگ کہا کرتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا درّہ تمہاری تلوار سے زیادہ ہیبت ناک (خوف ناک) تھا۔ شہروں میں قاضی آپ نے ہی مقرر کیے اور سب سے پہلے شہر آپ نے ہی بسائے چنانچہ کوفہ، بصرہ، جزیرہ، شام اور مؤصَل آپ کے ہی آباد کردہ ہیں۔ ابن عساکر، اسماعیل بن زیاد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ماہِ رمضان میں مسجدوں کے پاس سے گذرے تو آپ نے ان میں روشنی اور قندیلوں کو جلتے ہوئے دیکھ کر فرمایا! جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہماری مساجد کو روشن کیا ہے اسی طرح خدا تعالیٰ ان کی قبر کو روشن کرے۔[99]

فائدہ:۔ یہ بِدْعَتْ ہمارے دور میں بڑے جوش، جوبن (عروج) پر ہے کہ شہروں کے علاوہ دیہاتوں میں شادی سا سماں ہوتا ہے بالخصوص قرآن مجید کی ختم کی رات تو مسجدیں دلہنوں سے زیادہ سجی نظر آتی ہیں۔

امیر المؤمنین کا لقب: یہ لقب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایجاد کردہ ہے۔ چنانچہ عسکری اَوَائِل میں اور طبرانی کبیر میں اور حاکم مستدرک میں بسند ابن شہاب روایت کرتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے ابو بکر بن سلیمان بن ابی حثمہ سے پوچھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عَہَدْ میں من خليفة رسول الله کیوں لکھا جاتا تھا؟ اور پھر پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ من خلیفۃ ابی بکر لکھا کرتے تھے تو من امیر المؤمنین کس کے عَہَدْ سے لکھا جانے لگا؟ انہوں نے عرض کیا مجھے شفاء نے جو مہاجرات سے تھی، بات سنائی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے خُطُوطْ وغیرہ میں من خليفة رسول الله لکھا کرتے تھے، حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عاملِ عراق کی طرف خط لکھا۔ میرے پاس عراق کے دو ہوشیار شخص روانہ کرو تاکہ میں ان سے عراق اور اہلِ عراق کا حال پوچھوں۔ اس پر انہوں نے آپ کی خدمت میں لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم کو روانہ کیا۔ جب وہ دونوں مدینہ میں آئے اور مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو وہاں انہوں نے عمرو بن عاص کو بیٹھے دیکھا تو انہیں کہا، ہمیں امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے چلئے۔ عمرو بن عاص نے کہا بخدا تم نے آپ کا خوب لقب رکھا ہے۔ عمرو بن عاص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا السلام علیکم یا امیر المؤمنین! آپ نے فرمایا! بتاؤ تمہیں یہ نام کس طرح معلوم ہوا؟ کس سے سیکھا ہے؟ انہوں نے سب قصہ سنایا اور عرض کیا آپ امیر ہیں اور ہم مؤمن ہیں۔ اس دن سے خط وکتابت میں یہی لکھا جانے لگا نووی تہذیب میں لکھتے ہیں کہ آپ کا یہ نام عدی بن حاتم اور لبید بن ربیعہ نے رکھا تھا جبکہ دونوں بطور قاصد کے آپ کے پاس عراق سے آئے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ نام آپ کا مغیرہ بن شعبہ نے رکھا تھا اور بعض بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! تم

---

[99] (تاريخ الخلفاء. الخليفة الثاني. فصل: في أوليات عمر رضي الله عنه. 112/1. دار الفلاح. الفيوم – مكتبة نزار مصطفى الباز. الطبعة: الطبعة الأولى: 1425هـ2004م)

مؤمن ہو اور میں تمہارا امیر ہوں۔ اسی دن سے آپ کو امیر المؤمنین کہا جانے لگا اور اس سے قبل خلفیة رسول اللّٰہ کہا کرتے تھے۔ پس اس کے بعد اس لمبی عبارت کو چھوڑ دیا۔[100]

ابن عساکر معاویہ قرہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عَہَدْ میں (من ابی بکر خلیفة رسول اللّٰہ) خط و کتابت میں لکھا جاتا تھا اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو لوگ خلیفۃ، خلیفۃ رسول اللہ کہنے لگے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ عبارت بہت لمبی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا ہم نے آپ کو اپنا امیر بنایا ہے تو آپ ہمارے امیر ہوئے۔ آپ نے فرمایا بیشک اور تم مؤمن ہو اور میں تمہارا امیر۔ پس اس دن سے آپ کو امیر المؤمنین کہنے لگے۔[101]

سن ھجری: بخاری اپنی تاریخ میں ابن مسیّب سے روایت کرتے ہیں تاریخ پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہی مقرر کی اور یہ واقعہ آپ کی خلافت سے اڑھائی سال گذرنے کے بعد ہوا۔ پس آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے اس وقت ۱۶ ہجری مقرر کیا۔[102]

سوانح عمری لکھوانا: امام سیوطی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ سلفی طیوریات میں بسند صحیح ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سوانح عمری لکھوانے کا ارادہ کیا تھا اور اس واسطے برابر ایک مہینہ اِسْتِخَارَہْ کیا۔ ایک دن لکھوانے کا عزم بھی کر لیا مگر پھر فرمایا کہ مجھے ان لوگوں کی بات یاد آئی ہے جو تم سے پہلے تھے۔ انہوں نے کتابیں لکھیں اور پھر اس پر ایسے متوجہ ہوئے کہ کتاب اللہ کو چھوڑ دیا ہے۔[103]

خلافت کے باوجود اظہار عجز و نیاز

★...... ابن سعد شَدَّادْ سے روایت کرتے ہیں کہ خلیفہ ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلی بات جو منبر پر کھڑے ہو کر کہی، وہ یہ تھی کہ اے اللہ تعالیٰ میں سخت ہوں، مجھے نرم کر دے اور میں ضعیف ہوں مجھے قَوِیْ کر دے اور میں بَخِیْلْ ہوں مجھے سَخِیْ بنا دے۔[104]

★...... ابن سعد اور سعید وغیرہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے مال کے لئے اپنے آپ کو بمنزلہ یتیم کے والی سمجھا ہوا ہے۔ اگر میں فَرَاخْ دَسْتْ (مالدار) ہو جاتا ہوں تو خدا کے مال سے باز رہتا ہوں۔ اگر محتاج ہو جاتا ہوں تو اس سے کھا لیتا ہوں اور پھر فَرَاخْ دَسْتْ (مالدار) ہو جاتا ہوں تو اسے ادا کر دیتا ہوں۔[105]

---

[100] (تاريخ الخلفاء، الخليفة الثاني. فصل: في أوليات عمر رضي الله عنه. جلد 1، ص 110 الى 111. دار الفلاح، الفيوم – مكتبة نزار مصطفى الباز. الطبعة: الطبعة الأولى: 1425ھ 2004م)

[101] (تاريخ الخلفاء، الخليفة الثاني. فصل: في أوليات عمر رضي الله عنه. جلد 111/1، دار الفلاح، الفيوم – مكتبة نزار مصطفى الباز. الطبعة: الطبعة الأولى: 1425ھ 2004م)

[102] (تاريخ الخلفاء، الخليفة الثاني. فصل: في أوليات عمر رضي الله عنه. ج111/1، دار الفلاح، الفيوم – مكتبة نزار مصطفى الباز. الطبعة: الطبعة الأولى: 1425ھ 2004م)

[103] (تاريخ الخلفاء، الخليفة الثاني. فصل: في أوليات عمر رضي الله عنه. ج111/1، دار الفلاح، الفيوم – مكتبة نزار مصطفى الباز. الطبعة: الطبعة الأولى: 1425ھ 2004م)

[104] (حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: كَلِمَاتُهُ فِي الزُّهْدِ وَالْوَرَعِ. ج53/1، دار الكتاب العربي بيروت)

[105] (الطبقات الكبرى عمر رضى الله عنه، باب ذكر استخلاف. 209/3،، دار الكتب العلمية – بيروت. الطبعة: الأولى، 1410 ھ 1990 م)

★......ابن سعد ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب تنگدست ہو جاتے تو صاحبِ بیت المال سے آکر قرض لے جاتے اور بسا اوقات آپ تنگدست ہو جاتے تو صاحبِ بیت المال آپ سے تقاضا کرتا تھا اور آپ کو عدمِ ادائیگی کا الزام لگایا کرتا تھا۔ اس پر آپ کئی بار حیلہ وحوالہ کیا کرتے اور اکثر ادا کیا کرتے تھے۔[106]

★......ابن سعد براء بن معرور سے روایت کرتے ہیں۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور آپکو کچھ بیماری کی شکایت تھی۔ لوگوں نے اس بیماری کے لئے شہد کو مفید بتلایا اور اس وقت بیت المال میں شہد کا ایک کپا(پیانہ) بھرا پڑا تھا تو آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ اگر تم اجازت دو تو میں اس میں سے لے لوں ورنہ وہ شہد مجھ پر حرام ہے تو لوگوں نے آپ کو اجازت دیدی۔[107]

★......ابن سعد سالم بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اونٹ کے زخم کو اپنے ہاتھ سے دھوتے اور صاف کرتے اور فرماتے، مجھے خوف ہے کہ تمہاری اس تکلیف کے بارے میں قیامت کے روز مجھ سے پُرسش(پوچھ گچھ) نہ ہو۔[108]

قرآن کریم کی درسگاھوں کی بدعت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے بچوں کی تعلیم کا مدرسہ کھلوایا جس کے لئے پہلے مُعَلِّمُ الصِّبیَانْ(بچوں کے استاد) حضرت عامر بن عبداللہ الخزاعی رضی اللہ عنہ مُنْتَخَبْ ہوئے اور ان کی تنخواہ بیت المال سے مقرر کی اور فرمایا کہ کم عقلوں کو لکھ کر اور ذہین بچوں کو یاد پڑھاؤ۔ ابتدا میں صبح تا شام درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا لیکن بچے گھبرا گئے تو دو وقت مقرر ہوئے بعد نماز صبح تا گیارہ ساڑھے گیارہ بجے اور شام کو بعد نماز ظہر تا عصر۔ باقی تمام وقت آرام کے لئے چھوڑا گیا۔

چُھٹّی کی بدعت: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام کی فتح کے لئے گئے تو وہاں ایک ماہ قِیَامْ(ایک مہینہ) فرمانا پڑا۔ آپ واپس ہوئے تو ایک ماہ کے سفر کی مسافت تک مدرسہ کے طلبہ آپ کے استقبال کے لئے حاضر ہوئے۔ جب حاضری دی تو خَمِیْس(جمعرات) کا دن اور جمعہ کی رات آپ کے پاس گذار کر جمعہ کے دن آپ کے ساتھ واپس لوٹے۔ اس طرح آنے جانے سے تھک گئے۔ آپ نے ان بچوں کی سہولت کے لئے ہمیشہ کے لئے حکم نافذ فرمایا کہ مدارس میں دو دن چھٹی ہو۔ دعا بالخیر لمن احیا ھذہ السنۃ اور اس کے لئے دعا فرمائی جو اس طریقہ کو زندہ رکھے گا۔[109] (تاریخ القرآن وغرائبہ صفحہ ۱۲۲۔۱۲۳)

تبصرہ اویسی غفرلہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہر کارنامہ امت کو نہ بھولے گا لیکن تعلیم القرآن کی درسگاہوں کی بدعت تو ایک عظیم الشان احسان ہے کہ جس کو تا قیامت اگلے مسلمان عمل میں رہے ہیں اور بِدْعَتْ کے فتوے کے شوقین یعنی دیوبندی وھابی اس بِدْعَتْ میں سب سے آگے ہیں اور مدارس کی ہفتہ وار چھٹی بھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی یادگار ہے اگرچہ آپ نے دو دن کا فرمایا لیکن ہم نے ایک دن پر اکتفا کیا لیکن ہے بِدْعَتْ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بِدْعَتْ ایسی پسند آئی کہ آپ نے قیامت تک آنے والے ان لوگوں کے لئے دعاءِ خیر فرمائی جو اس بِدْعَتْ پر عمل کریں گے۔

---

[106]) (الطبقات الکبریٰ عمر رضی اللہ عنہ، باب ذکر استخلاف.209/3.، دار الکتب العلمیة–بیروت.الطبعة: الأولی، 1410 ھ 1990 م)

[107]) (الطبقات الکبریٰ عمر رضی اللہ عنہ، باب ذکر استخلاف.209/3.، دار الکتب العلمیة–بیروت.الطبعة: الأولی، 1410 ھ 1990 م)

[108]) (الطبقات الکبریٰ عمر رضی اللہ عنہ، باب ذکر استخلاف.217/3.، دار الکتب العلمیة–بیروت.الطبعة: الأولی، 1410 ھ 1990 م)

[109]) (تاریخ القرآن وغرائب رسمه وحکمه، ص122، مکتبة المعارف، 1987 م)

اجمالی فہرست حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کارنامے

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے کارناموں کی فہرست کے لئے عظیم دَفاتِرَ(دفتر کی جمع) چاہیئے۔اِجْمالِیْ خاکہ عرض کئے دیتاہوں اس سے قبل کچھ اِجْمال اور کچھ تفصیل سے بیان ہوا۔اب اِجْمالِیْ خاکہ حاضر ہے۔

۱:۔بیت المال کا قیام۔۲:۔عدالتی نظام کا قیام اور قاضیوں کا تقرر۔۳:۔تاریخ اور سن ہجری کا قیام جو آج تک جاری ہے۔۴:۔امیر المؤمنین کا لقب اختیار کیا۔ ۵:۔فوج کے واسطے باقاعدہ دفتر کا قیام۔۶:۔رضاکاروں کی تنخواہیں مقرر فرمائیں۔۷:۔دفتر مال کا قیام۔۸:۔پیمائش کا طریقہ ایجاد کیا۔۹:۔مردم شماری کرائی۔ ۱۰:۔نہریں کھدوائیں۔۱۱:۔شہر آباد کرائے مثلاً کوفہ ،بصرہ، جزیرہ، قاہرہ وغیرہ۔۱۲:۔مفتوحہ ممالک کو صوبوں میں تقسیم کیا۔۱۳:۔جیل خانوں کا قیام۔ ۱۴:۔درہ کا استعمال۔۱۵:۔محکمہ پولیس کا قیام۔۱۶:۔فوجی چھاونیوں کا قیام۔۱۷:۔راتوں کو گشت کر کے رعایا کا حال دریافت کرنے کا طریقہ ۱۸:۔پرچہ نویسوں کا تقرر۔۱۹:۔مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تک مسافروں کے آرام کے لئے چوکیاں اور سرائیں تعمیر کرائیں۔۲۰:۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بااصرار قرآن حکیم کی تدوین کرائی۔۲۱:۔قیاس کا اصول قائم کیا۔۲۲:۔نماز تراویح کا باجماعت قیام۔۲۳:۔تین طلاقوں کو جو ایک ساتھ دی جائیں طلاق بائن قرار دیا۔۲۴:۔شراب نوشی کی حد اسی کوڑے مقرر فرمائی۔۲۵:۔تجارتی گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر فرمائی۔۲۶:۔وقف کا طریقہ ایجاد کیا۔۲۷:۔مساجد میں روشنی کا انتظام کیا۔۲۸:۔اماموں اور موذنوں کی تنخواہیں مقرر فرمائیں۔۲۹:۔مساجد میں وعظ کا طریقہ جاری کیا۔۳۰:۔نماز جنازہ میں چار تکبیروں پر اجماع کرایا۔۳۱:۔غلام بنانے کی ممانعت فرمائی خصوصاً اہل عرب کے لئے روزینے مقرر کیے۔۳۲:۔مفلوک الحال عیسائیوں اور یہودیوں کے لئے روزینے مقرر کیے ۳۳:۔لاوارث بچوں کی پرورش وپرداخت کے لئے روزینے مقرر کیے۔۳۴:۔مکاتب قائم کیے۔۳۵:۔گھوڑوں کی نسل میں اصیل اور مجنس کی تمیز قائم کی جو عرب میں اس سے قبل نہیں تھی۔۳۶:۔دریا کی پیداوار مثلاً عنبر وغیرہ پر محصول لگایا۔۳۷:۔حربی تاجروں کو ملک میں آنے اور تجارت کرنے کی اجازت دی۔ ۳۸:۔معلموں اور مدرسوں کے مشاہرے مقرر کیے۔۳۹:۔فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کا اضافہ کیا۔۴۰:۔بنی تغلب کے عیسائیوں پر جزیہ کی بجائے زکوٰۃ مقرر کی۔۴۱:۔ہجو کہنے والے کے لئے تعزیر کی سزا مقرر کی۔۴۲:۔غزلیہ اشعار میں عورتوں کے نام لینے سے منع کیا۔۴۳:۔متعہ کو حرام کیا۔ ۴۴:۔آپ نے غلامی کو ختم کر دیا اور حکم دیا کہ تمام غلاموں کو آزاد کر کے ان کے گھروں کو بھیج دیا جائے۔۴۵:۔قضاء کو آپ نے سب سے پہلے ایک باقاعدہ محکمہ کی حیثیت دی اور ان حضرات کو قاضی مقرر فرمایا۔ قاضی شریح کو کوفہ میں۔ قیس بن ابی العاص سہمی کو مصر میں۔ابو موسیٰ اشعری کو بصرہ میں اور ابو الدردا کو مدینہ میں۔۴۶:۔باقاعدہ مملکت کا بیت المال قائم کیا اور اس کا حساب کتاب رکھا۔۴۷:۔زمینوں کی پیمائش کرائی اور اس کی قسم کے حساب سے لگان کی شرح مقرر کی۔۴۸:۔مردم شماری کرائی۔۴۹:۔نہریں کھدوائیں مثلاً نہر ابو موسیٰ، نہر معقل نہر سعد اور نہر امیر المومنین۔۵۰:۔نئے شہر آباد کئے مثلاً کوفہ، بصرہ، موصل اور فسطاط وغیرہ ۵۱:۔فوجی چھاؤنیاں قائم کیں، باقاعدہ فوجی بھرتی کئے اور ان کے لئے باقاعدگی سے تنخواہوں کا سلسلہ شروع کیا اور فوج کے مختلف محکمے بنائے۔۵۲:۔مملکت کے حالات سے باخبر رہنے کے لئے باقاعدہ پرچہ نویس مقرر کیے۔۵۳:۔مکہ سے مدینہ تک مسافروں کے لئے سرائیں بنوائیں۔ ۵۴:۔شراب نوشی کی حد مقرر کی۔۵۵:۔قصائد میں عورتوں کا نام لینا جرم قرار دیا۔۵۶:۔نماز جنازہ میں چار تکبیروں پر اجماع کرایا۔۵۷:۔وظائف کا سلسلہ شروع کیا اور تمام صحابہ اور صحابیات کی حسب مراتب تنخواہیں مقرر کیں۔مثلاً ۱:۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بارہ ہزار درہم سالانہ۔۲:۔امہات المؤمنین

کی دس ہزار درہم سالانہ۔ ۳:۔ شرکائے بدر اور امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پانچ پانچ ہزار درہم سالانہ۔ ۴:۔ مہاجرین حبش اور شرکائے احد کے چار چار ہزار درہم سالانہ۔ ۵:۔ فتح مکہ سے پہلے کے مہاجرین کے لئے تین تین ہزار درہم سالانہ۔ ۶:۔ فتح مکہ کے دن کے مسلمانوں کے لئے دو دو ہزار درہم سالانہ۔ ۷:۔ جنگ قادسیہ و یرموک کے شرکاء نیز اہل بدر کی اولاد دو دو ہزار درہم سالانہ۔ ۸:۔ انصار و مہاجرین کی بیویاں دو سو سے چار سو درہم سالانہ۔ ۹:۔ اہل یمن چار چار سو درہم سالانہ۔ ۱۰:۔ قادسیہ اور یرموک کے بعد کے مجاہدین تین سو درہم سالانہ۔ ۱۱:۔ بلا امتیاز مراتب نیز نومولود بچے دو سو درہم سالانہ۔ [110]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد کے قاضی:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ۔ قاضی مدینہ ، حضرت عبادہ بن ثابت رضی اللہ عنہ قاضی فلسطین ، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قاضی کوفہ ، حضرت شریح بن حارث رضی اللہ عنہ ، حضرت سلیمان بن ربیعہ الباہلی رضی اللہ عنہ ، حضرت عبدالرحمن ابن ربیعہ الباہلی۔

حضرت ابو فرہ الکندی، حضرت عمران بن الحصین حضرت جمیل بن معمر الجمی۔ ان کی عظمت و جلالت کے احوال کتبِ فقہ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ [111]

سوالات شیعہ:۔ چند امور پر شیعوں نے اعتراضات کیے ان کے جوابات

۱:۔ جنازہ کی تکبیروں میں اختلاف تھا۔ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو جمع کیا اور چار تکبیروں پر بات طے ہوگئی۔ اشعۃ اللمعات کتاب الجنائز میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں نماز جنازہ کی پانچ تکبیریں پڑھائی جاتی تھیں۔

جواب:۔ پانچ تکبیریں جنازہ میں عمل تھا پھر منسوخ ہوگیا بعض لوگ بے خبری سے پانچ تکبیریں بدستور پڑھتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی روک تھام کی۔

سوال:۔ مالک نے یہ روایت لکھی ہے کہ مؤذن اذانِ صبح کے لئے آیا تو جناب عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کو سوتا پایا۔ فقال الصلوٰۃ خیر من النوم تو کہا کہ نماز تو نیند سے زیادہ اچھی ہے۔ فَأَمَرَهُ عُمَرُأَنْ يَجْعَلَهَا فِي نِدَاءِ الصُّبْحِ یعنی پس جناب عمر نے حکم دیا کہ اذان صبح میں اس فِقْرَہ کا ہمیشہ اضافہ کرو۔ [112]

(باب ماجاء فی النداء الصلوٰۃ کتاب الصلوٰۃ مؤطا المالک)

اس کا مُفَصَّل جواب آگے آتا ہے۔

وهو أول من جمع الناس عَلَى إمام يصلي بهم التراويح في شهر رمضان [113]

جناب عمر وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے لوگوں کو حکم دیا کہ ماہِ رمضان میں ایک شخص ان کو تراویح پڑھایا کرے۔ (تاریخ طبری جلد نمبر ۵)

---

[110] (الفاروق، جلد 1، 401 الی 404، دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

[111] (الفاروق، 216/1، دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

[112] (موطأ مالك، بَابُ الْأَذَانِ وَالتثويب، 54/1، الحديث 91، المكتبة العلمية)

[113] (تاريخ الطبرى، حمله الدرة وتدوينه الدواوين، 209/4، دار التراث – بيروت، الطبعة: الثانية 1387 هـ)

جناب عمر ابن الخطاب نے لوگوں کو اُبَی بن کعب کے پیچھے تراویح باجماعت پڑھنے کا حکم دیا۔ایک رات دیکھا تو سب اپنے قاری کے پیچھے تراویح پڑھ رہے تھے تو جناب عمر نے فرمایا: نعم البدعة هذه۔ بدعت تو اچھی رہی۔[114] (باب فضل من قام رمضان کتاب الصوم صحیح بخاری)

سوال:۔ عہدِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کتاب اللہ کے مطابق عورت کو طلاق دینے کا طریقہ یہ تھا کہ اسے ہر طہر (ماہواری سے پاک ہونے کا زمانہ) میں ایک طلاق دی جاتی تھی اور اسی طرح تین وقتوں پر طلاق پوری ہوتی تھی مگر جنابِ عمر نے ایک ہی مجلس میں تینوں طلاقوں کو نافذ کرنے کا حکم جاری کر دیا۔

جواب:۔اہل سنت کے نزدیک یہ اُمُور اَحادِیْثِ صحیحہ سے ثابت ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر شعبہ سنت کو عملی جامہ پہنایا اس پر کسی کی مُخَالَفَتْ کو گنجائش نہ رہی اس کی تفصیل ہم نے رسالہ طلاقِ ثلاثہ میں عرض کر دی ہے۔

شیعہ کے بہتانات کے جوابات

فرقہِ شیعہ نے چند بُہتَانَات تراشے (بہتان لگائے) ہیں۔ان میں ایک الصلوٰۃ خیر من النوم اذانِ فجر بھی ہے۔شیعہ کہتے ہیں کہ فجر کی اذان میں الصلوۃ خیر من النوم کے الفاظ کا اضافہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ صحیح نہیں ہے۔اس لئے کہ بڑے دَلَائِل ظاہرہ سے ثابت ہے کہ اذان عَہْدِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جاری ہے اور اس کے کلمات کی بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہی تعلیم دی ہے۔اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا کسی بھی فرد کی حیثیت سے اس میں اضافے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مشکوٰۃ شریف جلد اول "اذان کا بیان" کی فصل دوم میں ابوداؤد کے حوالے سے مَنْقُوْلْ ہے حضرت ابو مَحْذُوْرَہْ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اذان کا طریقہ سکھا دیجئے۔ راوی کا بیان ہے کہ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت مَحْذُوْرَہْ کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا اور پھر فرمایا کہو چار بار اللّٰہ اکبر ....اور آگے چل کر فرمایا کہ "پس اگر صبح کی اذان ہو تو اس میں حی الفلاح (دوبار) کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم کے الفاظ بھی دو بار کہو.....[115]

جواب:۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یوں فرمانے کا مقصد یا مطلب یہ ہر گزنہ تھا کہ اذان میں ان کلمات کا اضافہ کر دو، کیونکہ وہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی سکھا اور پڑھا دی تھی بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ اذان کے کلمات میرے دروازے پر نہیں، نماز ہی میں کہا کرو اس لئے کہ عام گفتگو اور بات چیت میں قرآنی آیات اور احادیث کے الفاظ اپنی طرف سے بیان کرنا سُوءِادب (ادب کے خلاف) ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے عاشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اس سُوءِادبی (ادب کے خلاف) کو کیسے گوارا کر سکتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللّٰہ عنہ کا اجتھاد: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر صحابی مُجْتَہِدِ مُطْلَقْ (جو کسی کی تقلید نہیں کرتا) تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو مجتہدین کے امام تھے اسی لئے یہ حضرات اجتہاد کرتے تو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اس کا اظہار کر دیتے تھے

---

[114] (صحيح البخاري، كتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، 45/3، الحديث: 2010، دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، 1422هـ)

[115] (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، بَاب الْأَذَان، 203/1، الحديث645، المكتب الإسلامي –بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985)

ان کی اِصابَتْ (درستگی) پر انہیں داد ملتی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بارہا اس کی داد ملی جیسے مُوَافِقَاتِ عمر میں مُفَصَّلْ (تفصیلی بیان) ہے بعض مواقع پر ان کے اِجْتِہَادْ کی اِصْلَاحْ (درستگی) کی جاتی مثلاً سفر میں نمازِ قَصَرْ کا جو حکم ربانی ہے۔

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ (سورہ النساء پارہ نمبر ۵)

ترجمہ: جب تم سفر کر رہے ہو تو تم پر کوئی قباحت نہیں جو تم صلوۃ (نماز) کو قصر لو اگر تم کو ڈر ہو کہ کافر تم کو فتنہ میں ڈالیں گے۔

جناب عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے اس اِسْتِعْجَابْ (حیران کن باتوں) پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ مامون (محفوظ) امتوں کے سفر میں بھی قصر ہے کیونکہ یہ خدا کا انعام ہے۔ صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ المسافرین وقصرھا میں یہ روایت نقل کی گئی ہے جس میں سفر میں نمازِ قَصَرْ کی عِلَّتْ (سبب) یعنی خَطَرْ (خوف) کو زیر بحث لایا گیا اس کا جواب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دیا۔

فقال صدقة تصدق الله بها عليكم، فاقبلوا صدقته یہ اللہ تعالیٰ کا تم پر انعام ہے، اس انعام کو قبول کرو۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد نے ظاہر کیا کہ احکام کی عِلّتوں میں ہی نہ کھو جاؤ سب عِلّتوں کی عِلَّتْ (سبب) اللہ کی مَشِیَّتْ (رضا) ہے اور ساتھ ہی قاعدہ بھی بتایا کہ اجتہاد صحیح ہے تو دوہرے (دوگنا) اجر و ثواب پاؤ گے اگر خطا پر ہے تو ایک ثواب تو ضرور ہے۔[116]

حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تو بیشمار واقعات ہیں۔ مصنف ابن شیبہ نے روایت کیا ہے کہ غسلِ جَنَابَتْ کی ایک صورت خاص میں صحابہ کرام میں اختلاف تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین وانصار کی مُتَّفِقَہْ مجلس میں اس مسئلہ کو پیش کیا۔ تمام صحابہ کرام نے ایک رائے پر اتفاق کیا۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ اور معاذ مُخَالِفْ رہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب آپ لوگ مختلف الرائے (رائے میں اختلاف کرنے والے) ہیں تو آگے چل کر کیا ہو گا۔ اختلاف پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: أنتم أصحاب بدر وقد اختلفتم فمن بعدكم أشد اختلافا۔ یعنی جب آپ لوگ اصحابِ بدر ہو کر آپس میں مُتَّحِدُ الرائے نہیں ہیں تو آئندہ آنے والی نسلوں میں تو اور بھی شدید اختلاف ہو گا۔[117] انہیں وجوہ (وجہ) پر بہت سے امور حضرت عمر رضی اللہ عنہ عنہ نے ایجاد کیے جن میں اکثر امور میں آپ کی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے تَصْوِیْبْ (درستگی) فرمائی کیونکہ وہ دورِ رسالت میں دیکھ چکے تھے کہ ان کی رائے کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا مثلاً اسیرانِ بدر، حِجابِ اُمہاتُ المؤمنین، عبداللہ بن ابی منافق ازلی کی نماز جنازہ کے متعلق صحیحین بخاری و مسلم میں روایات ہیں کہ ان واقعات میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رائے کے مقابلہ میں جناب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے صائب (صحیح) تھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہوئی۔ ان کے علاوہ اور بھی جنہیں فقیر نے موافقات عمر میں مُفَصَّلْ (تفصیلی بیان) لکھا ہے۔

اختلافات الصحابہ بعمر رضی اللّٰہ عنہ

جب ان بِدْعَاتْ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایجاد کیا تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اختلاف بھی کیا بعض صورتوں میں اکثر حضرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مُوَافِقْ ہو جاتے تو اس امر کو امت میں رائج کر دیا جاتا تھا یہ وہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کارنامے ہیں۔

---

[116] (صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب صلاة المسافرين وقصرها، 478/1، الحديث 686، دار الفلاح، الفيوم – مصر، الطبعة: الأولى، 1430 ھ 2009 م)

[117] (مصنف ابن ابي شيبة، جزء 1، 110/1، الحديث 19، الشاملة الذهبية)

اختلافِ حضرت عمار رضی اللہ عنہ:تَیَمُّمْ بِالْجُنْبْ(غسل فرض ہونے پر تیمم کرنا) کے مسئلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عمار کا اختلاف مشہور ہے لیکن حضرت عمار رضی اللہ عنہ اس مسئلہ میں مُصِیْبْ (صحیح) تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اگرچہ ان کے قول کا اعتبار نہ کیا چونکہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ ہ حق پر تھے اسی لئے ان کی بات مانی گئی اور انہیں کی روایت پر جُنُبْ(غسل فرض ہونے)پر تیمم ضروری قرار دیا گیا۔ بعض اوقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ کی رائے تو تَرجیح(انکے قول کو مانا جاتا)ہوتی لیکن اس میں دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تَائِیدْ(اتفاق) کرتے۔[118]

اختلافِ حضرت علی رضی اللہ عنہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال کی بنیاد ڈالی، بَحْرَیْن سے مال آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خِرَاج(ٹیکس) کی رقوم کو سال کے سال تقسیم کر دینا چاہیے اور خزانہ میں جمع نہ کرنا چاہیے مگر ولید بن ہشام نے شام کے غیر مسلم سَلَاطِیْن(مالدار) کے خزانے کی خبر دی اور یہی منظور ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یوں بیت المال کی بنیاد ڈالی۔[119] (الفاروق صفحہ ۳۳)

فائدہ :۔ اس مسئلہ میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کی دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تَائِیدْ(اتفاق) کی اسی لئے انہوں نے اسے رائج فرمایا۔

اختلاف ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: فُتُوحَاتْ کے ساتھ بیت المال دولت سے بھر گیا تو جناب عمر رضی اللہ عنہ نے شوریٰ میں تَجْوِیْزْ(رائے) پیش کی کہ اب زکوٰۃ کا نِصَابْ مقرر کرنا چاہیے جو ڈھائی(اڑھائی) فی سینکڑہ ہو۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جو سابِقِیْنِ اَوَّلِیْنْ(پہلے ایمان لانے والوں) میں سے ساتویں ہیں انہوں نے سختی سے اعتراض فرمایا اور کہا کہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ دولت کو کَنْز[120] کریں گے یا اِسْرَافْ(ضیاع) میں اڑائیں گے۔ اسلام میں یہ دونوں مَمْنُوعْ(ناجائز) ہیں۔ آپ کی یہ رائے کسی نے نہ سنی تو احتجاجاً حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مجلس سے چلے گئے۔(اصول فقه اسلامی)

فائدہ :۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے اجتہاد میں مُنْفَرِدْ(تنہا) تھے اسی لئے ان کا یہ مؤقف صرف امیر عمر نہیں بلکہ کسی نے بھی نہ مانا یہاں تک کہ وہ گوشہ تنہائی میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گئے تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ "حیات ابوذر رضی اللہ عنہ"

اختلافِ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ: مسجدِ نبوی کی توسیع ۷اھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کرنا چاہی۔ گرد و پیش کے مکانات توقیمتاً لے لئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب نے اپنا مکان بیچنے سے انکار کیا، مقدَّمہ ابی بن کعب قاضی کے پاس گیا۔ جنہوں نے فیصلہ کیا کہ جناب عمر کو بِالْجَبْر(زبردستی) خریدنے کا کوئی حق نہیں۔ اب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا مکان بلا قیمت عامۃ المسلمین کے (مفاد) کے لئے دیدیا۔[121]

فائدہ :۔ یہ مسئلہ اجتہاد پر مبنی نہ سہی مگر مسجدِ نبوی کی تعمیرِ نو(نئے سرے سے تعمیر) کی ضرورت تھی۔ اس میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا حق مدِ نظر رکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی بات مان لی بلکہ اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ادبِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی قابل تقلید ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کسرِ نَفْسِیْ اور عشقِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مَظَاہِرَہ بھی قابلِ رشک ہے۔ تفصیل فقیر نے رسالہ "باادب لوگ" میں لکھی ہے۔ ان

---

[118]) (مسند الفاروق،من كتاب الطهارة، 48/1،الحديث 2، دار الفلاح، الفيوم – مصر، الطبعة: الأولى، 1430 هـ 2009 م)

[119]) (الفاروق، 224/1، دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

[120]) (وہ مال جو وقت ضرورت روک لیناتا کہ زیادہ قیمت پر بیچے)

[121]) (الفاروق، 274/1، دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

کے علاوہ شیعہ لوگوں نے لایعنی(بے فائدہ)اعتراضات کئے ہیں مثلاً۔اذان فجر میں **الصلوٰۃ خیر من النوم** کااضافہ کرنا،تراویح کو باجماعت پڑھنا نماز جنازہ میں چار تکبیروں کا مقرر فرمانا،طلاقِ ثلثہ کو بیک مجلس ادا کرنا۔(کتاب الاوائل لابی بلال العسکری)

متعہ:أول من حرم المتعة، وأول من نهى عن بيع أمهات الأولاد، وأول من جمع الناس في صلاة الجنائز على أربع تكبيرات۔۔۔۔۔۔۔أول من أخذ زكاة الخيل ۔[122]یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے مُتْعَہ کو حرام کیا، جنہوں نے پہلے پہل امہات،اولاد کی بیع سے منع کیا، جنہوں نے اول جنازہ پر چار تکبیروں پر لوگوں کو جمع کیااور۔۔۔۔وہی سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے گھوڑوں پرزکوۃ لی۔(فضل من اولیات عمر تاریخ الخلفاء سیوطی)

اور جناب ابو بکر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں صاحبوں نے امہات،اولاد کی خرید و فروخت کو جائز رکھا مگر جناب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مخالفت کی اوران کی بیع سے منع کیا۔(الفاروق جلد دوم صفحہ ۱۳۲)

ضابطہ علمیہ:اہلسنت کے نزدیک سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد بھی سنتِ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں داخل ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیکم عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ [123]اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اَوَّلِیَات(ابتدائی بنیادی باتیں) میں بعض امور وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر بعض لوگ کوتاہی کر رہے ہوتے جنہیں اس حکم کے مَنْسُوْخ کا علم نہ تھا یابَوَجہِ اِجْتِہادْ کے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نَاسِخْ امر کی تَرْوِیْجْ(ناسخ امر کی رائج کرنے)پر باقاعدہ اِجْراء(جاری)فرمایا مثلاً مُتْعَہ اور پانچ تکبیر نماز جنازہ وغیرہ یا یہ کہ وہ حدیث شریف جس پر عام عمل نہیں ہو رہا ہوتا تھا آپ نے باقاعدہ اعلان کر کے اس پر عمل کرایا جیسے بیس تراویح یا انکا اپنا اجتہاد ہوتا تو وہ جبراً جاری نہیں فرماتے تھے بلکہ جلیل القدر مجلس شوریٰ(جس میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہوتے)کی کثرتِ رائے کے بعد اِجراہوتا وغیرہ وغیرہ۔اگر آپ کا اجتہاد مجلس شوریٰ کو قبول نہ ہوتا تو اسے ترک کر دیتے۔ان امور کو نہ سمجھتے ہوئے بعض غیر مُقَلِّدِیْن نے بدعتِ سَیِّئَہ(نیا براکام قرون ثلاثہ میں نہ ہوا ہو اور خلافِ سنت ہو)کا فتویٰ لگا دیا اسی لئے وہ بیس تراویح کو سنتِ عمری کہتے ہیں اور شیعہ کو تو ویسے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مَحَاسِنْ(اچھائیاں) بھی مَثَالِبْ(برے) نظر آتے ہیں وہ اپنے مذہبی جنون کی وجہ سے مجبور ہیں **الحمد للہ** اہلسنت کی خوش قسمتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کارناموں کو اسلام کی جان سمجھتے ہیں۔

الحمد للّٰہ علی ذالک وصلی اللّٰہ علی حبیبہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

---

[122] (تاريخ الخلفاء، الخليفة الثاني، فصل: في أوليات عمر رضي الله عنه، 110/1، دار الفلاح، الفيوم –مكتبة نزار مصطفى الباز، الطبعة: الطبعة الأولى: 1425هـ2004م)

[123] (شرح مشكل الآثار، بَابُ بَيَانِ مُشْكِلِ مَا رُوِيَ، 1706/3، الحديث: 1186، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الأولى 1415 هـ، 1494 م)